ہفت روزہ

خدام الدین
لاہور

زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۲ اپریل سنہ ۱۹۵۷ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

Majid

قرآن کی بات

(از میم۔ جیم۔ بانو فوقانی رامپوری)

مَیں سُناؤں میری بہنو تمہیں ایمان کی بات
بات جو بھی کہو اس مُنہ سے تو قرآن کی بات

مومنہ پر بھی وُہی فرض ہے جو مومن پر
تم بھی مصروف عبادت میں رہو شام و سحر

وقت پر اپنے ادا کرتی رہو صوم و صلوٰۃ
ہو اگر مال کی توفیق تو لازم ہے زکوٰۃ

یہی قرآن ہے ماں باپ کی خدمت کا سبق
یہی قرآن ہے شوہر کی اطاعت کا سبق

پیار چھوٹوں سے بزرگوں سے محبت ہے فرض
دُشمن دینِ محمدؐ سے عداوت ہے فرض

رحم کرنا ہے یتیموں پہ ثوابِ دارین
خرچ کرنا ہے غریبوں پہ فلاحِ کونین

اپنے ہمسائوں سے مِل جُل کے رہو جیتے جی
بہنو قرآنِ معظم کا ہے فرمان یہی

دین ہے سُنّت و قرآن ہمارا بانو
اَور جو اِن کے موافق نہیں انہیں بھی مانو

بقیہ حضرت علیؓ صفحہ ۱۴ سے آگے

آپ کے مدفن کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نجف اشرف میں مدفون ہوئے۔ بعض کا خیال ہے کہ نعش مبارک گم ہو گئی۔ واللہ اعلم۔

حضرت علیؓ پر خلافت راشدہ کا خاتمہ ہوا۔ آپ کے بعد خلافت کی بجائے ملوکیت قائم ہو گئی۔ عرب اور اسلام کی سادگی رخصت ہو گئی۔ روحانیت کا درس بھلا دیا گیا۔ اور مسلمان اسی سطح پر آ گئے جس پر غیر مسلم تھے۔ الا من شاء اللہ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی زندگی بادشاہ سے لے کر مزدور تک ہر شخص کے لئے مشعل راہ ہے جس کی روشنی میں دُنیا فلاح و ترقی کی تمام منزلیں طے کر سکتی ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد ۲ | ۱۱- رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۲- اپریل ۱۹۵۷ء | شمارہ ۴۸

کام کی رفتار

تقریباً ایک ماہ قبل ہم اسی صفحہ پر گزارش کرچکے ہیں کہ حکومت دستور کی لازمی شقوں کے تحت ایک کمیشن کے تقرر کا ارادہ رکھتی ہے۔ جو موجودہ قوانین کا جائزہ لے کر ان کو اسلامی احکامات کے تحت ترتیب دینے کی سفارش کرے گا۔

ہمارے اربابِ اختیار کی "اسلام دوستی" ملاحظہ ہو کہ پُورا سال گزار کر جب یومِ جمہوریہ کی سالگرہ میں ایک دن رہ گیا۔ تو مجوزہ کمیشن کے صدر کا اعلان کر دیا گیا۔ اور کہا گیا کہ باقی ارکان کا تقرر کمیشن کے صدر سے مشورہ کرنے کے بعد کیا جائے گا۔ خیال فرمائیے۔ صرف ایک آدمی کے تقرر میں ایک سال لگا دیا گیا۔ ہمارے ہاں نہ قانونی ماہرین کی کمی ہے اور نہ علمائے کرام کی۔ اس تاخیر سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت ہر ممکن کوشش کرتی ہے کہ اسلامی قوانین کو نافذ نہ کیا جائے۔ جب دستور کی لازمی شق کا یہ حشر ہوا ہے کہ سال کے اندر کمیشن کا صدر ہی مقرر ہو سکا۔ اور وہ بھی کب، پورے تین سو چونسٹھ (۳۶۴) دن گزار کر تاکہ قانونی گرفت نہ ہو سکے۔

کمیشن کے صدر کا تقرر ہوئے تقریباً ایک ماہ گزر رہا ہے۔ لیکن ابھی تک کمیشن کے باقی ارکان کا اعلان نہیں ہُوا۔ ممکن ہے کہ اس میں بھی کئی سال لگیں۔ جب ایک صدر کے انتخاب کے لئے ایک سال درکار ہے تو تین یا چار ارکان کے انتخاب کے لئے تین چار سال تو چاہئیں۔ پھر اس کی کارکردگی کے لئے ۵ سال کا عرصہ چاہیئے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جنہیں دیکھ کر دُکھ ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے اسلام ہی کا سہارا لے کر پاکستان کا مطالبہ کیا تھا۔ قرار دادِ مقاصد کا ڈھنڈورہ پیٹ کر نو سال تک قوم کا دل بہلاتے رہے جب اسلامی دستور کے نفاذ کا وقت آیا تو کس قدر تساہل اور کج روی سے کام کر رہے ہیں۔

ہم حکومت پر واضح کرتے ہیں کہ تاخیر اور التوا کے حربے زیادہ دیر تک نہیں چلا کرتے۔ اگر آپ نے حقیقتاً اسلامی قوانین کا نفاذ کرنا ہے۔ تو وزیر قانون کا فرض ہے کہ اس کام کو سب پر ترجیح دیں۔ اور اگر خدانخواستہ آپ کے دل میں اسلامی قوانین سے کد ہے تو اسے نکال پھینکیں۔ ورنہ خود نکل جائیں۔ اس طرح اپنے آپ کو اور ساری قوم کو دُنیا کی نظروں میں ذلیل کرنا اچھا نہیں۔ آخر میں ہم اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ ارکانِ حکومت کو سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

معذرت

۱۵- مارچ ۱۹۵۷ء کے شمارہ میں نادانستہ ایک اشتہار میں شیشی کے لیبل پر چھوٹی سی فوٹو شائع ہو گئی تھی۔ بعض حضرات اس غلطی کو حضرت مولانا احمد علی صاحب کی ذاتِ گرامی کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا کا اس سے قطعاً کوئی واسطہ نہیں۔ حضرت مولانا تو اس معاملہ میں بہت محتاط واقع ہوئے ہیں۔ اگر ہمیں بھی پہلے علم ہو جاتا تو اس فوٹو کا شائع ہونا ممکن نہ تھا۔

قرآن نمبر میں اسی اشتہار اور ایک دوسرے اشتہار میں فوٹو کو اُڑا دیا گیا۔ ہماری اس غلطی سے جن احباب کو کسی طرح کی تکلیف ہوئی ہے۔ ہم ان سے معذرت خواہ ہیں۔

لاہور کارپوریشن اور اہالیانِ شیرانوالہ دروازہ

شیرانوالہ دروازہ اور ملحقہ آبادیوں پر آج کل لاہور کارپوریشن کی خاص نظرِ عنایت معلوم ہوتی ہے۔ دروازہ کے باہر برلبِ سڑک جو گندگی کا ڈپو ہے اس میں سارے شہر کی غلاظت جمع کرکے آنے جانے والوں کا ناک میں دم کیا جا رہا ہے۔ بعض اوقات غلاظت سڑک تک پہنچ جاتی ہے۔ اس وقت لوگوں کو نالی کے کنارے پر سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ ڈپو کے بالمقابل پیشاب گاہ بھی ہے۔ جس میں لوگ پاخانہ کر جاتے ہیں۔ اوّل تو اس کی صفائی نہیں ہوتی۔ جب صفائی کی جاتی ہے تو یہ سب کچھ باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ کارپوریشن کی طرف سے دروازہ کے باہر جو پاخانے بنائے گئے ہیں ان پر جو جبری ٹیکس لگا ہُوا ہے اس کی وجہ سے غریب لوگ اس سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔

ہم لاہور کارپوریشن کے ایڈمنسٹریٹر صاحب اور ہیلتھ آفیسر صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ جلد از جلد خود موقعہ ملاحظہ فرما کر اس تکلیف کا ازالہ فرمائیں۔ شیرانوالہ دروازہ کے [redacted] ایک ہائی سکول ہے۔ جس میں قوم کے تقریباً ڈیڑھ ہزار بچے زیرِ تعلیم ہیں۔ ساتھ ہی ایک جامع مسجد ہے۔ جس میں روزانہ ہزاروں مسلمان نماز کے لئے آتے ہیں۔ ملحقہ آبادیوں کے لئے یہ دروازہ ایک گزرگاہ ہے۔ خطرہ ہے کہ اس غلاظت کے باعث یہ سب لوگ کسی بیماری میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

سُرخ نشان

اگر آپ کے نام کی چٹ پر سرخ نشان ہے۔ تو اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ اس صورت میں آپ کے ذمے تین باتوں میں سے ایک پر عمل کرنا ضروری ہے:

(۱) مزید چندہ بھجوا دیں۔
(۲) وی پی کے لئے ہمیں تحریر فرما دیں۔
(۳) پرچہ بند کرنے کے لئے ہمیں تحریر فرما دیں۔ یا ایک شمارہ واپس کر دیں۔

اگر آپ خاموش رہتے ہیں اور وی پی آنے پر اُسے واپس کر دیتے ہیں تو یہ ادارہ کو مالی نقصان پہنچانا اور اپنے آپ کو اخلاقاً مجرم بنانا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۴- رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ - ۵- اپریل ۱۹۵۷ء

رمضان مبارک کی عظمت اور اسکے متعلقہ احکام

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

عظمت کا ثبوت

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ آخِرِ یَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّکُمْ شَھْرٌ عَظِیْمٌ شَھْرٌ مُّبَارَکٌ شَھْرٌ فِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ جَعَلَ اللّٰہُ صِیَامَہٗ فَرِیْضَۃً وَّقِیَامَ لَیْلِہٖ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِیْہِ بِخَصْلَۃٍ مِّنَ الْخَیْرِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ وَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْہِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ وَھُوَ شَھْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُہُ الْجَنَّۃُ وَشَھْرُ الْمُوَاسَاۃِ وَشَھْرٌ یُزَادُ فِیْہِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَ فِیْہِ صَائِمًا کَانَ لَہٗ مَغْفِرَۃً لِّذُنُوْبِہٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِہٖ مِنَ النَّارِ وَکَانَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْتَقِصَ مِنْ اَجْرِہٖ شَیْءٌ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَیْسَ کُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِہِ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعْطِی اللّٰہُ ھٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰی مَذْقَۃِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَۃٍ اَوْ شَرْبَۃٍ مِّنْ مَّاءٍ وَمَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاہُ اللّٰہُ مِنْ حَوْضِیْ شَرْبَۃً لَا یَظْمَاُ حَتّٰی یَدْخُلَ الْجَنَّۃَ وَھُوَ شَھْرٌ اَوَّلُہٗ رَحْمَۃٌ وَّاَوْسَطُہٗ مَغْفِرَۃٌ وَّاٰخِرُہٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَّمْلُوْکِہٖ فِیْہِ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ وَاَعْتَقَہٗ مِنَ النَّارِ رواہ البیہقی۔

ترجمہ۔ سلمان فارسی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن ہمارے سامنے خطبہ دیا۔ اور فرمایا کہ اے لوگو۔ ایک عظمت والے مہینے نے تم پر سایہ ڈالا ہے۔ جو بڑا بابرکت مہینہ ہے یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ نے اس مہینہ کے روزے فرض قرار دیئے ہیں۔ اور اس کی رات کی عبادت نفل قرار دی ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی سے خدا کا قرب تلاش کرے۔ وہ اس طرح ہوگا۔ جس طرح کہ رمضان کے سوا فرض ادا کیا۔ اور جو شخص اس مہینہ میں فرض ادا کرے۔ وہ اس شخص کی طرح ہوگا جس طرح کسی اور مہینہ میں ستر فرض ادا کئے۔ اور وہ صبر کا مہینہ ہے۔ اور صبر کا ثواب بہشت ہے۔ اور یہ غمخواری کا مہینہ ہے۔ اور یہ ایک ایسا مہینہ ہے۔ جس میں مومن کا رزق زیادہ کردیا جاتا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے۔ وہ اس کے لئے گناہوں کی بخشش کا سبب ہوتا ہے۔ اور اس کی گردن کے دوزخ سے نجات کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اور روزہ دار کے ثواب کے برابر اسکو ثواب ملتا ہے۔ اور اس سے روزہ دار کے ثواب میں بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ۔ ہم سب کے پاس اتنا سامان نہیں ہے۔ کہ اس سے ہم روزہ دار کا روزہ افطار کرائیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ ثواب اللہ اس کو بھی دیگا جو لسّی کے ایک گھونٹ یا ایک کھجور یا پانی کے ایک گھونٹ سے کسی کا روزہ افطار کرائے۔ اور جو شخص روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، اس کو اللہ میرے حوض سے پلائیگا ایسا پھر کبھی اس کو پیاس نہیں لگے گی۔ یہاں تک کہ وہ جنّت میں داخل ہو۔ اور یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کی ابتدا میں رحمت ہے۔ درمیان میں مغفرت اور آخر میں دوزخ سے نجات ہے اور جس شخص نے اس مہینہ میں اپنے غلام (روزہ دار سے) کم کام لیا۔ اللہ اسے بخشش دیتا ہے۔ اور اسے دوزخ سے نجات دیتا ہے۔

حاصل

مذکورالصدر حدیث شریف میں رمضان مبارک کی جو برکتیں ذکر کی گئی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ یہ عظمت والا مہینہ ہے۔ برکت والا مہینہ ہے۔ اس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔ اس کے روزے فرض ہیں۔ رات کی عبادت نفل ہے۔ اس میں ایک نیکی کا ثواب دوسرے مہینہ میں فرض ادا کرنے کے برابر ملتا ہے۔ اور اس میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے مہینوں میں ستّر فرض ادا کرنے کے برابر ہے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے (یعنی اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کھانا پینا اور خواہشات نفسانی سے اپنے آپ کو بند رکھا جاتا ہے) اور صبر کا ثواب بہشت ہے۔ یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے (یعنی اس میں صاحب استطاعت مسلمان دوسرے محتاج بھائیوں کی ہمدردی کرتے ہیں) اور اس مہینہ میں مومن کے رزق میں برکت دی جاتی ہے۔ اس مہینہ میں روزہ دار کا روزہ افطار کرانے سے گناہوں کی بخشش حاصل ہوتی ہے۔ اور افطار کرانے والے کی گردن دوزخ سے آزاد ہو جاتی ہے اور روزہ افطار کرانے والے کو روزہ رکھنے والے جتنا ثواب ملتا ہے۔ روزہ دار کو لسّی کے ایک گھونٹ یا ایک کھجور یا پانی کے ایک گھونٹ سے روزہ افطار کرانے سے بھی مذکورالصدر ثواب مل جاتا ہے۔ روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانے والے کو حوض کوثر سے پانی پلایا جائے گا۔ اس مہینہ کی ابتدا رحمت ہے۔ درمیان میں مغفرت ہے۔ آخر میں دوزخ سے آزادی ہے۔ اس مہینہ میں جس شخص نے اپنے غلام سے کام میں تخفیف کردی۔ اللہ اسے بخش دیگا۔ (اللہ اسے) دوزخ سے آزاد کر دے گا۔ والحمد للہ رب العالمین

دُعا

اللہ تعالےٰ محض اپنے فضل اور کرم سے ہر مسلمان کو رمضان مبارک کی ان برکتوں کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

رمضان مبارک کے متعلق فرمان الٰہی

(شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ ج) الآیہ سورہ البقرہ رکوع ۲۳ پارہ ۲

ترجمہ۔ رمضان کا وہ مہینہ ہے۔ جس میں قرآن اُتارا گیا جو لوگوں کے واسطے ہدایت ہے۔ اور ہدایت کی روشن دلیلیں اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ماہ رمضان مبارک

ہی میں قرآن مجید کو (لوح محفوظ سے منتقل کرکے آسمانِ دنیا پر) نازل فرمایا - جو تمام بنی نوع انسان کے لئے ہر شعبۂ حیات میں راہ نما ہے - اور راہ نمائی بھی ایسی - کہ جس کی نظیر دُنیا میں کہیں مل نہیں سکتی - اس دعویٰ کی شہادت قرآن مجید ہی میں موجود ہے (وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط) سورہ الانعام رکوع ۱۴ پارہ ۸

ترجمہ - اور تیرے رب کی باتیں سچائی اور انصاف کی انتہائی حد تک پہنچی ہوئی ہیں -

راہ نما کے لفظ میں تین چیزیں ماننی پڑتی ہیں - راہ رو (مسلمان) راہ نما (قرآن) راہ رو کی منزل مقصود رضائے الٰہی حاصل کرکے اس کے مقربین میں شامل ہونا - روشن دلائل سے راہ نمائی کرنے والا ہے - جس طرح روز روشن میں ہر خیر و شر دوست دشمن میں تمیز ہو جاتی ہے - اسی طرح اس قرآن مجید کو غور و فکر سے پڑھنے والوں کے دل میں کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہیں رہتا - بشرطیکہ ان کی فطرت سلیمہ ہو - اور اللہ تعالےٰ راضی ہو - اسی طرح قرآن مجید - توحید و شرک - ایمان و کفر غلط اور صحیح اور منجی اور مہلک راستوں میں تمیز کرا دینے والا ہے -

رمضان مبارک کے فضائل

۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَفِیْ رِوَايَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ وَفِیْ رِوَايَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ - متفق علیہ

ترجمہ - ابی ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہا - رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جب رمضان آتا ہے - آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں - اور ایک روایت میں ہے - جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں - اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں - اور شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے - اور ایک روایت میں ہے - رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں -

۲۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ متفق علیہ -

ترجمہ - ابی ہریرہ رضؓ سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جس شخص نے رمضان کا روزہ ایمان کے ساتھ اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رکھا اس کے پہلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے - اور جس شخص نے رمضان میں قیام کیا (یعنی عبادت کی) ایمان کے ساتھ اور ثواب حاصل کرنے کی نیّت سے اس کے بھی سب پہلے گناہ بخش دیئے جائیں گے - اور جو شخص لیلۃ القدر میں کھڑا ہُوا - (یعنی عبادت کی) ایمان کے ساتھ - اور ثواب حاصل کرنے کی نیّت سے اس کے بھی سب پہلے گناہ بخش دیئے جائینگے -

حاصل

یہ نکلا کہ رمضان شریف کے تمام دن اور تمام راتیں متبرک ہیں - جس طرح دن کے روزے تمام گناہوں کو معاف کرا دیتے ہیں - اسی طرح رات کی عبادت بھی تمام گناہوں سے پاک کر دیتی ہے - اور رمضان میں ایک رات آتی ہے جسے لیلۃ القدر کہا جاتا ہے - جس شخص نے اس رات میں اللہ تعالےٰ کی عبادت کی - اس کے بھی سب پہلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں -

۳۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيٰطِيْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَيُنَادِیْ مُنَادٍ يَا بَاغِیَ الْخَيْرِ اَقْبِلْ وَيَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ - رواه الترمذی و ابن ماجۃ ورواہ احمد

ترجمہ - ابی ہریرہ رضؓ سے روایت ہے - کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جب رمضان کے مہینہ کی پہلی رات ہوتی ہے شیطان اور سرکش جن قید کر دیئے جاتے ہیں - اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں - اور دوزخ کا کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا - اور بہشت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں - پھر ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا - اور ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے - کہ اے نیکی کے طالب (نیکی کی طرف) متوجہ ہو - اور اے بُرائی کا ارادہ رکھنے والے بُرائی سے باز آ - اور اللہ اس مہینہ میں بہت سے لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے - اور ایسا ہر رات کو ہوتا ہے (یعنی منادی کرنیوالا روزانہ رات کو یہ اعلان کرتا ہے)

روزہ اور قرآن کی شفاعت

عن عبد الله بن عمرو ان رسول الله صلّى الله عليه وسلم قال الصيام والقرآن يشفعان العبد يقول الصيام اى رب انى منعتة الطعام والشهوات بالنهار فشفعنى فيه ويقول القرآن منعتة النوم باللّيل فشفعنى فيه فيُشفّعان رواہ البیہقی فی شعب الایمان -

ترجمہ - عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے - تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - روزہ اور قرآن بندے کے لئے شفاعت کرینگے روزہ کہے گا - اے میرے رب میں نے اسے کھانے اور خواہشات نفسانی سے دن کو روکا تھا - لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما - اور قرآن کہے گا - میں نے اسے رات کو سونے سے روکا تھا - لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما - پھر دونوں کی شفاعت قبول کر لی جائے گی -

دونوں کا وجود

اس حدیث شریف سے ثابت ہُوا - کہ قیامت کے دن روزہ اور قرآن مجید کا بھی ایک وجود ہوگا - اور اس وجود میں بات چیت کرنے کی بھی صلاحیت ہوگی - حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلوی نے اپنی فلسفۂ شریعت کی بہترین اور جامع کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں ثابت کیا ہے - کہ جن چیزوں کا اس جہان میں وجود نہیں ہے - عالم ملکوت میں ان کا بھی وجود ہے

روزہ کی قبولیت کی شرائط

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ رواہ البخاری

ترجمہ - ابی ہریرہ رضؓ سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جس شخص نے جھوٹ بولنا نہیں چھوڑا - اور جھوٹ پر عمل کرنا نہیں چھوڑا - تو اس کے کھانے اور پینے کے چھوڑنے کی اللہ کو کوئی پرواہ نہیں ہے - یعنی ایسے شخص روزہ رکھنے کا کوئی اجر نہیں ملے گا -

مسائل متعلقہ روزہ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِیَ وَھُوَ صَائِمٌ فَاَکَلَ اَوْ شَرِبَ فَلْیُتِمَّ صَوْمَہٗ فَاِنَّمَا اَطْعَمَہُ اللّٰہُ وَسَقَاہُ۔ متفق علیہ

ترجمہ - ابی ہریرہ سے روایت ہے - کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جو شخص روزہ پورا کر دینا چاہئے - سوائے اس کے نہیں کہ اسے اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے - یعنی روزہ یاد نہ ہونے کی حالت میں کھا پی لے تو اس پر کوئی گناہ بھی نہیں ہے - اور روزہ بھی نہیں ٹوٹتا -

عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَۃَ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَالَا اُحْصِیْ یَتَسَوَّکُ وَھُوَ صَائِمٌ رواہ الترمذی وابوداؤد

ترجمہ - عامرؓ بن ربیعہ سے روایت ہے - کہا - میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ کی حالت میں مسواک کرتے ہوئے اتنی بار دیکھا ہے - کہ میں شمار نہیں کر سکتا -

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَمْ مِّنْ صَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ صِیَامِہٖ اِلَّا الظَّمَأُ وَکَمْ مِّنْ قَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ قِیَامِہٖ اِلَّا السَّھْرُ

رواہ الدارمی -

ترجمہ - ابی ہریرہؓ سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - کئی روزہ دار ایسے ہوتے ہیں کہ اسے روزہ رکھنے میں سوائے پیاس کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا - اور کئی رات کو اٹھنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ اسے رات کے قیام میں سوائے جاگنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا -

یعنی روزہ یا رات کے قیام کے شرائط پوری نہ ہونے کے باعث انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا -

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ اِنَّ حَمْزَۃَ بْنَ عَمْرٍو الْاَسْلَمِیَّ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصُوْمُ فِی السَّفَرِ وَکَانَ کَثِیْرَ الصِّیَامِ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَاِنْ شِئْتَ فَاَفْطِرْ متفق علیہ

ترجمہ - عائشہ سے روایت ہے - کہا - بیشک حمزہؓ بن عمرو الاسلمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی - کیا میں سفر میں روزہ رکھوں؟ اور وہ بہت روزہ رکھنے والا تھا - پھر آپ نے فرمایا - اگر تو چاہے تو روزہ رکھ لے - اور اگر تو چاہے تو افطار کر لے -

حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی

کا اس حدیث پر ان کی شرح مشکوٰۃ مسمیٰ لمعات میں یہ مضمون ہے -

وَالْاَحَادِیْثُ الْوَارِدَۃُ فِیْ صَوْمِ الْمُسَافِرِ وَاِفْطَارِہٖ مِنْھَا مَا وَرَدَ فِیْ اِبَاحَۃِ الْاِفْطَارِ مُطْلَقًا مِنْ غَیْرِ تَعَرُّضٍ لِکَوْنِ الصِّیَامِ اَوِ الْاِفْطَارِ اَفْضَلَ وَبَعْضُھَا وَرَدَ فِی التَّخْیِیْرِ بَیْنَ الصِّیَامِ وَالْاِفْطَارِ وَبَعْضُھَا فِیْ جَوَازِ الْاِفْطَارِ وَذَمِّ الصِّیَامِ وَاتَّفَقَ جُمْھُوْرُ الْعُلَمَاءِ عَلٰی اَنَّ الْاِفْطَارَ وَالصِّیَامَ کِلَیْھِمَا جَائِزٌ وَاخْتَلَفُوْا فِیْ اَفْضَلِیَّۃِ اَحَدِھِمَا اَوْ اَنَّھُمَا سَوَاءٌ فَاَبُوْحَنِیْفَۃَ وَمَالِکٌ وَالشَّافِعِیُّ عَلٰی اَنَّ الصَّوْمَ اَفْضَلُ لِمَنْ یُّطِیْقُہٗ لِتَبْرِیَۃِ الذِّمَّۃِ وَیُسْرٍ بِمُوَافَقَۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعُسْرِ الْقَضَاءِ بَعْدَ مُضِیِّ رَمَضَانَ وَفِعْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصْلِحُ حُجَّۃً لَھُمْ وَعِنْدَ اَحْمَدَ وَاِسْحٰقَ وَسَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ وَالْاَوْزَاعِیِّ اَلْاِفْطَارُ اَفْضَلُ مُطْلَقًا -

ترجمہ - جو حدیثیں مسافر کے روزے اور افطار کے متعلق آئی ہیں بعض ان میں سے ایسی ہیں - جن سے مطلق افطار کا مباح ہونا ثابت ہوتا ہے - ان سے یہ پتہ نہیں چلتا - کہ روزہ افضل ہے یا افطار - اور بعض حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ روزہ رکھنے یا افطار کرنے کا اختیار ہے (یعنی مسافر کو یہ اختیار دیا گیا ہے) اور بعض سے افطار کا جواز اور روزہ رکھنے کی مذمت آئی ہے - اور جمہور علماء اس پر متفق ہیں کہ افطار اور روزہ دونوں جائز ہیں - اور دونوں میں سے ایک کی افضلیت میں اختلاف ہے - یا دونوں ہی برابر ہیں - پھر ابوحنیفہ اور مالکؒ اور شافعیؒ اس بات پر متفق ہیں کہ جس کو توفیق ہو اس کو روزہ رکھنا افضل ہے - (کیوں) اس لئے کہ رمضان ہی میں روزے کی ذمہ داری پوری ہوگئی اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ رکھنے میں آسانی بھی ہوگی - اور رمضان کے گذرنے کے بعد قضا کرنا مشکل ہے - اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا فعل ان کے لئے حجت ہو سکتا ہے اور احمدؒ اور اسحٰقؒ اور سعیدؒ بن المسیب اور اوزاعیؒ کے ہاں افطار مطلقاً افضل ہے -

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکِنِ الْکَعْبِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ شَطْرَ الصَّلٰوۃِ وَالصَّوْمَ عَنِ الْمُسَافِرِ وَعَنِ الْمُرْضِعِ وَالْحُبْلٰی - رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ

ترجمہ - انسؓ بن مالک کعبی سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - بیشک اللہ نے مسافر کو آدھی نماز معاف فرما دی ہے - اور مسافر اور دودھ پلانے والی اور حمل والی کو رمضان میں روزہ چھوڑنے اور بعد میں قضا کر دینے میں) معافی دی ہے -

عَنْ اَبِیْ عَطِیَّۃَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَمَسْرُوْقٌ عَلٰی عَائِشَۃَ فَقُلْنَا یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَجُلَانِ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَدُھُمَا یُعَجِّلُ الْاِفْطَارَ وَیُعَجِّلُ الصَّلٰوۃَ وَالْاٰخَرُ یُؤَخِّرُ الْاِفْطَارَ وَیُؤَخِّرُ الصَّلٰوۃَ قَالَتْ اَیُّھُمَا یُعَجِّلُ الْاِفْطَارَ وَیُعَجِّلُ الصَّلٰوۃَ قُلْنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ قَالَتْ ھٰکَذَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ اَبُوْمُوْسٰی

رواہ مسلم - ترجمہ - ابی عطیہؓ سے روایت ہے - کہا - میں اور مسروقؒ (حضرت) عائشہؓ کے ہاں گئے - پھر ہم نے کہا - اے ام المومنین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو آدمی ہیں - ان میں سے ایک (روزہ) جلدی افطار کرتا ہے - اور نماز بھی جلدی پڑھتا ہے - اور دوسرا افطار دیر سے کرتا ہے - اور نماز (بھی) دیر سے پڑھتا ہے - فرمایا - ان دونوں میں سے کونسا افطار جلدی کرتا ہے اور نماز جلدی پڑھتا ہے - ہم نے کہا - عبداللہؓ بن مسعودؓ - (بی بی صاحبہؓ نے) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے - اور دوسرا ابوموسیٰ (اشعری) تھا -

نتیجہ

اس بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج غروب ہونے کے بعد فوراً روزہ افطار فرما لیا کرتے تھے - اور اس کے بعد اسی وقت فوراً نماز مغرب پڑھ لیا کرتے تھے -

آج

کل بعض آدمی کافی دیر سے روزہ افطار کرتے ہیں - اور یہ کہتے ہیں کہ ابھی تو آسمان کے کنارہ پر سرخی باقی ہے - یہ خیال غلط ہے - جب سورج کی ٹکیہ آسمان کے کنارہ سے غروب ہو جائے - اس وقت روزہ افطار کر لینا چاہئے - خواہ روشنی کتنی ہی تیز کیوں نہ ہو

وما علینا الا البلاغ

فضائل قرآنی حضورؐ کی زبانی

(از جناب کمال الدین صاحب مدرس لاہور کارپوریشن)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ احکم الحاکمین کا کلام ہے۔ سلطان السلاطین کا فرمان ہے۔ اُس سطوت و جبروت والے بادشاہ کا قانون ہے کہ جس کی ہمسری نہ کسی بڑے سے بڑے سے ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ جس شخص [illegible] قرآن شریف کی مشغولی کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی میں اس کو سب دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور خدا کے کلام کو سب کلاموں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی کہ خود حق تعالےٰ کو تمام مخلوق پر۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ میں اس کو شکرگذار بندوں کے ثواب سے افضل ثواب عطا کروں گا۔

حضورؐ نے فرمایا کہ مسجد میں جاکر دو آیتوں کا پڑھنا یا پڑھا دینا دو اونٹنیوں سے اور تین آیت کا تین سے اسی طرح چار کا چار سے افضل ہے۔ اور ان کے برابر اونٹوں سے افضل ہے۔ ایک دو اونٹ کی تو کیا حقیقت اگر ہفت اقلیم کی سلطنت بھی مل جائے تو کیا حاصل۔ آج نہیں تو کل موت اس سے جبراً جدا کر دیگی لیکن ایک آیت کا اجر ہمیشہ کے لئے ساتھ رہنے والی چیز ہے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قرآن کا ماہر اُن ملائکہ کے ساتھ ہے جو میر منشی ہیں۔ اور نیک کار ہیں۔ اور جو شخص قرآن شریف کو اٹکتا ہوا پڑھتا ہے اور اس میں وقت خرچ کرتا ہے تو اس کو دوہرا اجر ہے۔ ماہر وہ جس کو یاد بھی خوب ہو اور پڑھتا بھی اچھا ہو۔ اور اگر معنی و مراد پر بھی قابو ہو تو پھر کیا کہنا۔ ملائکہ کے ساتھ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ بھی قرآن شریف کے لوح محفوظ سے نقل کرنیوالے ہیں۔ یا یہ کہ حشر میں ان کے ساتھ اجتماع ہوگا۔ اٹکنے والے کو دوہرا اجر۔ ایک اس کی قرأت کا دوسرا اس کی مشقت کا جو وہ بار بار کے اٹکنے کی وجہ سے برداشت کرتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ اس ماہر سے بڑھ جاتا ہے۔ ماہر کی فضیلت [illegible] بڑھ کر ہے۔ ایک دوسری روایت میں یوں ارشاد ہے۔ کہ جو شخص قرآن شریف پڑھتا ہے اور وہ یاد نہیں ہوتا تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے اور جو اس کو یاد کرنے کی تمنا کرتا ہے لیکن یاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا مگر وہ پڑھنا بھی نہیں چھوڑتا تو حق تعالےٰ شانہٗ اس کا حفاظ کے ساتھ حشر فرمائیں گے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قرآن پاک کی وجہ سے خدا تعالےٰ کتنے ہی لوگوں کو بلند کرتا ہے۔ اور کتنے ہی لوگوں کو پست کرتا ہے۔ یعنی جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں عمل کرتے ہیں خدا ان کو دُنیا و آخرت میں عزت عطا فرماتا ہے۔ اور جو عمل نہیں کرتے اُن کو خدا ذلیل کرتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا۔ خدا اس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت فرماتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ۔

حضورؐ نے فرمایا کہ تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے نیچے ہوں گی۔ ایک قرآن شریف کہ جھگڑے گا بندوں سے۔ دوسری امانت اور تیسری رشتہ داری کہ جو پکارے گی کہ جس شخص نے مجھ کو ملایا اللہ اس کو اپنی رحمت سے ملائے۔ اور جس نے مجھ کو توڑا اللہ اپنی رحمت سے اس کو جُدا کرے۔ خدا تعالےٰ کے عالی دربار میں یہ چیزیں بہت ہی قریب ہوں گی۔ جن لوگوں نے کلام اللہ کو پڑھا اور اس پر عمل کیا اُن کی طرف سے دربار حق سبحانہٗ میں جھگڑے گا۔ شفاعت کرائے گا۔ اور اُن کے درجے بلند کرائے گا۔ اب وہ حضرات جو کبھی بھول کر بھی تلاوت نہیں کرتے ذرا غور فرمالیں۔ موت بہرحال آنے والی ہے۔ مولا کے سامنے کیا جوابدہی کرینگے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ (قیامت کے دن) حافظ سے کہا جائیگا کہ قرآن شریف پڑھتا جا اور بہشت کے درجوں پر چڑھتا جا۔ اور ٹھیر ٹھیر کر پڑھ جیسا کہ دُنیا میں تو ٹھیر ٹھیر کر پڑھتا تھا۔ پس تیرا مرتبہ وہی ہے جہاں آخری آیت پر پہنچے۔ جو شخص جتنی آیات کا ماہر ہوگا اُتنے ہی درجے اُوپر اس کا ٹھکانا ہوگا۔ اور جو شخص تمام کلام پاک کا ماہر ہوگا وہ سب سے اُوپر کے درجے میں ہوگا۔ بعض احادیث میں وارد ہوا ہے۔ کہ جو شخص قرآن پاک یاد کرتا ہو اور اُس میں محنت و مشقت برداشت کرتا ہوا مرجائے وہ حفاظ کی جماعت میں شمار ہوگا۔ خدا کے ہاں عطا و بخشش میں کوئی کمی نہیں۔ لینے والا بھی تو کوئی ہو۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص قرآن شریف کا ایک حرف پڑھے تو اس کو دس نیکیوں کا اجر ملتا ہے۔ جیسے الم کی تلاوت سے تیس نیکیاں ملتی ہیں۔ کیا ٹھیک ہے اُس کی رحمت اور بخشش کا کہ ذرا سی زبان ہلانے پر نیکیوں کے اس قدر انبار۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے روز ایک تاج پہنایا جائیگا۔ جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی۔ اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو پس کیا گمان ہے تمہارا اُس شخص کے متعلق جو خود عامل ہے۔ والدین کے لئے یہ ذخیرہ ہے تو خود پڑھنے والے کے اجر کا خود اندازہ کرلیا جائے کہ کس قدر ہوگا کہ جب اس کے طفیلیوں کا یہ حال ہے تو خود اصل کا حال بدرجہا زیادہ ہوگا۔ کہ والدین کو یہ اجر اس وجہ سے ہوا ہے کہ وہ اس کے وجود یا تعلیم کا سبب بنے۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن شریف پڑھے اور اس پر عمل کرے۔ اس کو ایک تاج پہنایا جائیگا جو نور سے بنا ہوا ہوگا۔ اور اس کے والدین کو ایسے دو جوڑے پہنائے جائیں گے کہ تمام دنیا ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ وہ عرض کریں گے کہ یا اللہ یہ جوڑے کس صلے میں ہیں۔ ارشاد ہوگا کہ تمہارے بچّے کے قرآن شریف پڑھنے کے عوض میں۔

اگر خدانخواستہ آپ نے اپنے بچے کو چار پیسے کے لالچ میں دین سے محروم رکھا تو یہی نہیں کہ آپ اس لازوال ثواب سے محروم رہیں گے بلکہ اللہ کے ہاں آپ کو جوابدہی بھی کرنی پڑے گی۔ ہر شخص سے اس کے ماتحتوں کا بھی سوال ہوگا کہ ان کو کس قدر دین سکھلایا ہے۔ اگر آپ اپنے بچے کو دینداری اور صلاحیت سکھلائینگے اپنی جوابدہی سے سبکدوش ہونگے اور جبتک وہ زندہ رہیگا اور نیک اعمال کرے گا۔ دُعا و استغفار آپ کے حق میں کرتا رہیگا۔ آپ کے لئے [illegible]

کی خاطر چار پیسے کے لالچ سے اگر آپ نے اس کو دین سے بے بہرہ رکھا تو یہی نہیں کہ خود آپ کو اپنی حرکت کا وبال بھگتنا پڑے گا۔ بلکہ جس قدر بد اطواریاں اور بیہودہ گوئیاں اور فسق و فجور اس سے سرزد ہوں گی آپ کے نامہ اعمال بھی اس ذخیرہ سے خالی نہ رہیں گے۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف کو حفظ کیا کرو۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ شانہٗ اس قلب کو عذاب نہیں فرماتے۔ جس میں کلام پاک محفوظ ہو۔ جو لوگ حفظِ قرآن کو فضول اور تضیع اوقات بتلاتے ہیں۔ وہ خدارا ان فضائل پر بھی غور فرمالیں کہ یہی ایک ایسی فضیلت ہے جس کی وجہ سے ہر شخص کو حفظ قرآن پر جان دے دینا چاہئے۔ اس لئے کہ کون شخص ایسا ہوگا جس نے گناہ نہ کئے ہوں جن کی وجہ سے آگ کا مستحق نہ ہو۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس نے قرآن پڑھا پھر اس کو حفظ یاد کیا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام۔ تو حق تعالےٰ شانہٗ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ اور اس کے گھرانے میں سے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرمائیں گے جن کے لئے جہنم واجب ہو چکی ہو۔ لہٰذا جو لوگ جہنم سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ حافظ نہیں اور [illegible] بھی نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنے کسی قریبی رشتہ دار کو ہی حفظ کرا دیں کہ اس کے طفیل یہ بھی اپنی بد اعمالیوں کی سزا سے محفوظ رہ سکیں۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس گھر میں قرآن شریف کا کوئی حصّہ بھی محفوظ نہیں وہ بمنزلہ ویران گھر کے ہے۔ جو قلب کلام پاک سے خالی ہوتا ہے اس پر شیاطین کا زیادہ تسلّط ہوتا ہے۔ اس حدیث میں حفظ کی کس قدر تاکید آئی ہے۔ کہ اس دل کو ویران گھر ارشاد فرمایا ہے۔ جس میں کلام پاک محفوظ نہیں۔

حضورؐ نے فرمایا کہ دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے۔ جیسا کہ لوہے کو پانی سے۔ پوچھا گیا کہ حضورؐ ان کی صفائی کی کیا صورت ہے؟ فرمایا کہ موت کو کثرت سے یاد کرنا اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔ یعنی گناہوں کی کثرت اور خدا کی یاد سے غافل رہنے سے دلوں پر بھی زنگ لگ جاتا ہے۔ اور کلام پاک کی تلاوت اور موت کی یاد ان کے لئے صیقل کا کام دیتا ہے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ پہلے لوگ قرآن شریف کو اللہ کا فرمان سمجھتے تھے۔ رات بھر اس میں غور و تدبّر کرتے تھے۔ اور دن کو اس پر عمل کرتے تھے۔ اور تم لوگ اس کے حروف اور زبر زیر تو بہت درست کرتے ہو۔ مگر اس کو فرمانِ شاہی نہیں سمجھتے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ہر چیز کے لئے کوئی شرافت و افتخار ہوا کرتا ہے جس سے وہ تفاخر کیا کرتا ہے۔ میری امت کی رونق اور افتخار قرآن شریف ہے۔ یعنی لوگ اپنے باپ دادا سے۔ علم سے۔ دولت سے۔ خاندان سے۔ اور اسی طرح بہت سی چیزوں سے اپنی شرافت و بڑائی ظاہر کیا کرتے ہیں۔ میری امت کے لئے ذریعہ افتخار کلام اللہ شریف ہے۔ کہ اس کے پڑھنے سے۔ اس کے یاد کرنے سے۔ اس کے پڑھانے سے اور اس پر عمل کرنے سے۔ غرض اس کی ہر چیز قابل افتخار ہے اور کیوں نہ ہو کہ محبوب کا کلام ہے آقا کا فرمان ہے۔ دُنیا کا کوئی بڑے سے بڑا شرف بھی اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ نیز دُنیا کے جس قدر کمالات ہیں وہ آج نہیں تو کل زائل ہونے والے ہیں۔ لیکن کلام پاک کا شرف و کمال دائمی ہے کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ آپ خود ہی اپنی حالت پر غور فرمالیں کہ ہم میں سے کتنے لوگ ایسے ہیں جن کو اپنے حفظِ قرآن ہونا باعث شرف ہے۔ ہماری شرافت۔ ہمارا افتخار تو اونچی اونچی ڈگریوں سے۔ بڑے بڑے القاب سے۔ دُنیوی جاہ و جلال اور مرنے کے بعد چھوٹ جانے والے مال و متاع سے ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تلاوت قرآن کا اہتمام کیا کرو۔ کہ یہ دُنیا میں تو نور ہے اور آخرت میں ذخیرہ۔ جس گھر میں تلاوت کلام پاک کی جاتی ہے وہ گھر آسمان والوں کے لئے ایسا چمکتا ہے جیسا کہ زمین والوں کے لئے آسمان پر ستارے۔ اس گھر کو اللہ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔ رحمت کے فرشتے تلاوت کرنے والوں کو گھیر لیتے ہیں۔ اور حق تعالےٰ شانہٗ ان کا ذکر فرشتوں کی مجلس میں کرتے ہیں۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت کرنے والے اللہ کے اہل اور خواص ہوتے ہیں۔ کس قدر بڑی فضیلت ہے کہ ذرا سی محنت و مشقت سے اللہ والے بنتے ہیں۔ کسی کمیٹی کی ممبری کے لئے کس قدر جانی اور مالی قربانی کی جاتی ہے۔ اور اس کو بڑا بھاری کام سمجھا جاتا ہے۔ لیکن قرآن شریف کی محنت کو بیکار بتایا جاتا ہے۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے قرآن والو قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ۔ اور اس کی تلاوت دن رات ایسی کرو جیسا کہ اس کا حق ہے۔ کلام پاک کی اشاعت کرو۔ اور ا[illegible] اچھی آواز سے پڑھو۔ اور اس کے معنی میں تدبیر کرو۔ تاکہ تم فلاح کو پہنچو اور اس کا بدلہ (دُنیا میں) طلب نہ کرو۔ کہ (آخرت میں) اس کے لئے بڑا اجر و بدلہ ہے۔ دُنیا میں اگر اس کا معاوضہ لے لیا جائیگا تو ایسا ہے جیسا کہ روپوں کے بدلے کوئی شخص کوڑیوں پر راضی ہو جائے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جب میری اُمّت درہم و دینار کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو اسلام کی ہیبت اس سے جاتی رہے گی اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے گی تو برکت وحی سے یعنی فہم قرآن سے محروم ہو جائے گی۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ کلام اللہ کا آواز سے پڑھنے والا علانیہ صدقہ کرنے والے کے مشابہ ہے اور آہستہ پڑھنے والا خفیہ صدقہ کرنے والے کی مانند ہے۔ صدقہ بعض اوقات علانیہ ہوتا ہے جس وقت دوسروں کی ترغیب کا سبب ہو یا اور کوئی دینی مصلحت ہو۔ اور بعض اوقات مخفی افضل ہوتا ہے۔ جہاں ریاء کا شبہ ہو یا دوسرے کی تذلیل ہوتی ہو۔ اسی طرح کلام اللہ کا بعض اوقات آواز سے پڑھنا افضل ہے جہاں دوسرے کی ترغیب کا سبب ہو۔ اور اس میں دوسرے کے سننے کا ثواب بھی ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات آہستہ پڑھنا افضل ہوتا ہے۔ جہاں دوسروں کو تکلیف ہو یا ریا کا احتمال ہو۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف ایسا شفیع ہے جس کی شفاعت قبول کی گئی اور ایسا جھگڑالو ہے جس کا جھگڑا تسلیم کر لیا گیا۔ جو شخص اس کو اپنے آگے رکھے اس کو یہ جنّت کی طرف کھینچتا ہے اور جو اس کو پسِ پشت ڈال دے اس کو جہنم میں گرا دیتا ہے۔ یعنی جو اس کا اتباع نہ کرے اس کا جہنم میں گرنا ظاہر ہے۔

باقی صفحہ ۱۸ پر

قرآن حکیم سمجھنے کیلئے چند ضروری شرائط

از قلم خادم القرآن محمد زاہد الحسینی

عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ قرآن حکیم تو ایک آسان کتاب ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالےٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

ولقد یسرنا القرآن للذکر (القمر)

ترجمہ: (اور ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لئے آسان کر دیا [illegible]) تو پھر اتنی زیادہ محنت اور کو[illegible] کی کیا ضرورت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک قرآن کریم کو زبانی یاد کرنے اور اس سے وعظ و نصیحت حاصل کرنے کا تعلق ہے۔ واقعی قرآن کریم کا یہ معجزہ ہے کہ یہ بہت ہی آسان ہے۔ مگر جہاں تک قرآن کریم کو سمجھنے کا تعلق ہے۔ ارشادات خداوندی کا منشا اور معارف جاننے کا تعلق ہے۔ وہ بہت ہی مشکل امر ہے۔ ورنہ صحابہ کرام اور علماء عظام اتنی محنت نہ کرتے جیسا کہ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے صرف سورہ بقرہ سمجھنے پر آٹھ سال صرف فرمائے۔

حضرت قتادہؒ نے بارہ سال تک حضرت حسن کے پاس گزارے

حضرت زہریؒ نے آٹھ سال تک سعید بن مسیبؒ کی شاگردی کی

حضرت عکرمہؒ نے چودہ سال تک ایک آیت کا شان نزول سمجھنے پر صرف کئے۔

امام شافعیؒ نے صرف ایک مسئلے کا حل تلاش کرنے کے لئے تین سو دفعہ قرآن کریم کی باغور تلاوت فرمائی۔

اس لئے علماء کرام نے ان قواعد کو بیان کرنے کے لئے کئی کئی سال کی محنتیں برداشت کیں۔ صرف کتاب الحزیری کی تصنیف میں پندرہ سال کا زمانہ صرف ہوا۔ امام جلال الدین سیوطیؒ نے دو سو کتابوں کی مدد سے الاتقان لکھی۔

اس لئے طالب قرآن کریم کے لئے کم از کم مندرجہ ذیل امور کا لحاظ ضروری ہے :۔

۱۔ مکی اور مدنی سورتوں کی پہچان۔ ان کی تعریف اور مکی سورتوں میں مدنی آیات کا تعین اور مدنی سورتوں میں مکی آیات کا تعین۔

۲۔ ذاتی خیالات سے بالاتر ہونا۔ وہ قرآن کریم جو سارے کائنات کے لئے ابدی اور عالمگیر ہدایت ہے۔ اس کو اپنے تابع کر کے نہ پڑھے۔ بلکہ خود کو اس کا تابع بنا کر پڑھے اور مطالعہ کرے۔ اسی کو خلوص نیت کہا جاتا ہے۔ لا یمسہ الا المطہرون سے یہ مطلب بھی مراد ہو سکتا ہے۔

۳۔ الفاظ قرآن کریم کی ہر سہ اقسام محکم۔ متشابہ۔ حروف مقطعات کو سمجھنا ضروری ہے۔ ہر ایک کی تعریف اور اس کا محل وقوع جاننا چاہیئے۔

۴۔ قرآن کریم اللہ تعالےٰ کا کلام ہے جو علیم اور خبیر ذات پاک ہے۔ اس لئے اس کے کلام پاک میں ربط اور مناسبت کا سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ یعنی

(الف) سورتوں کا باہمی ربط

(ب) فاتحہ کا سارے قرآن سے ربط

(ج) دو آیتوں کا باہمی ربط

(د) آیت کے شروع اور آخر میں باہم مناسبت

(ھ) ہر سورت کے ابتدائی جملوں پر غور کرنا کہ ان میں آنے والے مضمون کی تمہید ہوا کرتی ہے۔

۵۔ کسی مضمون اور حکم کو سمجھنے کے لئے سارے قرآن کریم میں آنے والی آیات شریفہ کو جمع کر کے پھر غور و فکر کرنا۔ اس لئے کہ قرآن کریم میں تکرار تو نہیں۔ جو بات کئی جگہ فرمائی ہے۔ اس میں خاص مصلحت ہے۔ اس لئے ان سب آیات کا جمع کرنا ضروری ہے۔

۶۔ ایک آیت سے کوئی حکم معلوم کرنے اس کے سیاق اور سباق کو ملا کر معلوم کرنا۔

۷۔ شان نزول کو سمجھنا۔ اللہ تعالےٰ نے جس کلام کو سب سے پہلے جس منشا کے لئے نازل فرمایا۔ اس کا سمجھنا نہایت ضروری ہے اگرچہ قرآن کریم کی تعلیم ابدی اور عالمگیر ہے مگر اس میں شان نزول کا اعتبار بھی بنیادی امر ہے۔

۸۔ قرآن کریم کے تفہیم مطالب کے طریقہ پر غور کرنا جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرآن کریم پہلے ایک حکم بیان فرماتے ہیں۔ پھر اس کو سمجھانے کے لئے دلیل پیش فرماتے ہیں۔ جن دلائل کو ہم سمجھنے کے لئے یوں کہہ سکتے ہیں۔

دلیل عقلی۔ دلیل نقلی۔ دلیل آفاقی۔ دلیل نفسیاتی۔ دلیل جدی۔ دلیل عادی۔ بدیہی واقعہ۔ متضمن بدلیل۔

۹۔ اللہ تعالےٰ کے اسماء حسنیٰ بھی قرآن کریم میں آئے ہیں۔ ان پر غور و فکر کرنا کہ آخر ایک آیت میں قدیر اور دوسری میں خبیر کیوں فرمایا یا مثلاً نفی ولد کے لئے بدیع کا اسم پاک کیوں فرمایا۔

۱۰۔ الفاظ اور مفردات کے معانی سمجھنا۔ ہر کلام تو مفردات سے بنتی ہے۔ اس لئے قرآن کریم کے تمام الفاظ اور کلمات کے علیحدہ علیحدہ معانی کا سمجھنا نہایت ضروری ہے۔

۱۱۔ کلمات متبادلہ کا لحاظ :۔ قرآن کریم میں ایک ہی بات کو چند جگہ ارشاد فرماتے ہوئے ایک جگہ ایک کلمہ فرمایا تو دوسری جگہ اسی مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے دوسرا کلمہ بیان فرمایا۔ جیسا کہ بقرہ میں فسواھن فرمایا اور حم السجدہ میں فقضاھن فرمایا تو ان متبادل کلمات کا لحاظ کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔

۱۲۔ مقاصد کا خیال رکھنا

قرآن کریم کا ہر کلمہ اہم ہے اور اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ مگر مندرجہ ذیل مقاصد بنیادی رتبہ اور مقام رکھتے ہیں۔

توحید باری تعالیٰ یعنی

(الف) توحید ذات (ب) توحید صفات

(ج) توحید افعال

نبوت یعنی

(الف) ضرورت رسل علیہم السلام (ب) تحفظ تاریخ نبوت (ج) اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کا ذکر

(د) ختم نبوت سید المرسلین۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

۱۳۔ قرآنی قصے۔ قرآن کریم میں قصے بھی بڑے کافی آئے ہیں۔ یہ کیوں آئے اور پھر سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کے باقی انبیاء علیہم السلام کے قصے متفرق طور پر کیوں آئے۔ اس کا سمجھنا بھی ضروری ہے

۱۴۔ قیامت۔ قرآن کریم نے بعث بعد از موت اور قیامت کا مسئلہ بھی وضاحت سے بیان فرمایا۔ اس کو سمجھنا اور اس کے طرز تفہیم پر غور کرنا نہایت ضروری ہے۔

۱۵۔ قسمیں۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالےٰ نے کئی مضامین قسمیں کھا کر بیان فرمائے ہیں۔ اس لئے ان کا جاننا ضروری ہے کہ قرآن نے کیوں

قسم کھائی - جن چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں - ان کو کیوں مختار کیا -

۱۶- **امثال** - اہم مثال سمجھاتے ہوئے مثالیں دیں - **ضرب الامثال** اور گزشتہ اقوام کے حالات کو مثلات کے لفظ سے تعبیر فرمایا - وہ ضرب الامثال جب تک سمجھ میں نہ آئیں - وہ آیات اور مسائل سمجھ میں نہیں آسکتے - اس لئے ان کا سمجھنا بھی ضروری ہے -

۱۷ **مبہمات کا سمجھنا** - بعض جگہ ایک ایسا لفظ ارشاد فرمایا - جس کی وضاحت ضروری ہے - جیسا کہ لفظ قریہ قرآن کریم میں ۱۹ دفعہ آیا ہے تو اس سے الگ الگ مقامات پر کون کون سی بستیاں مراد ہیں - یہ جاننا ترجمہ کی درستی کے لئے ضروری ہے -

۱۸- **محاورات اور مجازات کا خیال کرنا**- قرآن کریم نے اکثر مقامات پر زبان کے مطابق مجازہ استعمال فرمائے ہیں - اس لئے ترجمہ کی درستی کے لئے معنی مجاز اور وجہ مشا بہت نیز عربی زبان کے محاورہ کا لحاظ بھی ضروری ہے

۱۹- **انواعِ انسان** - قرآن کریم نے انسانوں کے مندرجہ ذیل اقسام بیان فرمائے ہیں :-
(۱) مومن (۲) کافر (۳) منافق (۴) فاسق -
پھر ایمان کے مختلف درجات بیان فرمائے ہیں اس لئے کفر کے مختلف درجات اور فسق کے تفصیلی انواع بیان فرمائے جیسا کہ تغابی انہماک - جحود - اس لئے ان سب کا سمجھنا ضروری ہے -

۲۰- **مشکلات القرآن** - قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے - اس میں تعارض اور اختلاف نہیں ہو سکتا - مگر پھر بھی مجھ جیسے بعض ظاہر بین طلبہ کو تعارض نظر آتا ہے - اس لئے ان آیات کو سمجھنا نہایت ضروری ہے جو دوسری آیتوں سے ٹکراتی ہیں اور پھر اس مطابقت کا سمجھنا بھی ضروری ہے - جس سے وہ تعارض دور ہو جاتا ہے -

۲۱- قرآن کریم کا اپنا خاص طرز بیان ہے - اس میں غور کرنا ضروری ہے - تاکہ قرآن کریم کے معارف اور نکات کو سمجھے آخر وہ کون سی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے لفظ رَجَعَ اور ذَهَبَ تو نہ فرمایا - مگر تَوَلّٰی کا لفظ ارشاد فرمایا - جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے - ثم تولی الی الظل

۲۲- قرآن کریم اگرچہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے - مگر اس کے اپنے بعض مخصوص معانی بھی ہیں - وہی لفظ عربی زبان میں کسی اور معنی کے لئے ہے - قرآن کریم میں اس سے خاص معنی مراد ہے - جیسا کہ لفظ مطر سے مراد لغت عرب میں بارش ہے - مگر قرآن کریم میں اس سے مراد عذاب کی بارش ہے نہ کہ مطلقاً بارش - اس لئے ایسے مقامات اور الفاظ کا جاننا ضروری ہے -

۲۳- قرآن کریم میں ایسے بہت سے الفاظ ہیں - جن میں معمولی سا فرق ہے مگر معنی میں جا کر بہت فرق پڑتا ہے - جیسا کہ ثَمَّ کا معنیٰ وہاں اور ثُمَّ کا پھر ایسے الفاظ کا جاننا ضروری ہے - اسی طرح بعض الفاظ ایسے ہیں کہ ان کا تلفظ سب جگہوں پر برابر ہے - مگر معنی میں فرق ہے - جیسا کہ ان کا معنیٰ سورہ یونس میں آب اور سورہ الرحمٰن میں گرم ہے - یا بعد کے الفاظ سے معنیٰ بدل جاتا ہے - جیسا کہ لفظ اَولیٰ کے بعد اگر بَا کا صلہ آیا تو معنیٰ بہتر مستحق کا ہے - اور اگر لَام کا صلہ آیا - تو معنی ہلاکت اور تباہی کا ہے -

۲۴- **رسم الخط کا اعتبار** - قرآن کریم کا اپنا مخصوص رسم الخط ہے - جس کا لحاظ ضروری ہے - جیسا کہ عَلٰی اور علا پڑھنے سننے میں برابر ہے - مگر پہلا حرف ہے - جو کہ اوپر کے معنیٰ میں ہے - اس کو رسم الخط میں علی لکھا گیا ہے اور دوسرا فعل ہے جو سرکشی کی اس نے کے معنیٰ میں ہے - اس لئے اس کو عَلَا لکھا گیا -

۲۵- **لطائف القرآن** - قرآن کریم کا ہر ارشاد خاص لطائف کو متضمن ہے - جیسا کہ سارے قرآن میں عورتوں کا نام نہیں آیا - صرف حضرت مریم کا نام آیا ہے - اس کی کیا وجہ ہے ؟ اسی طرح سارے قرآن کریم میں "صرف دو آیات ہیں - جن میں سارے حروف تہجی جمع ہیں - ثُمَّ انزل علیکم ..... الصدور - پ۴ اور محمد رسول اللہ ...... عظیما (سورۃ الفتح)

۲۶- مجھ جیسے بدعمل نا اہل کی تفسیر اور ترجمہ پر اعتماد نہ کرے بلکہ جن بزرگوں نے ظاہری اور باطنی تقویٰ اور علوم قرآنیہ سے حظ وافر حاصل کیا ہو ان کی تفسیروں اور تراجم پر اعتماد کرے - بطور مشورہ عرض ہے کہ تفاسیر میں سے تو تفسیر بیان القرآن از حکیم الامتہ تھانوی قدس سرہ العزیز اور ترجمہ و حاشیہ میں سے قرآن کریم با تحشیہ حضرت مولانا سید المفسرین مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی اور لفظی ترجمہ میں شاہ رفیع الدین صاحب نور اللہ مرقدہٗ پر زیادہ اعتماد کرے

۲۷- ان دعاؤں اور نوافل کا التزام کرے جو فہم قرآن کریم کے لئے مہبط انوار وحی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہیں -

۲۸- ضروری گرامر کا بھی لحاظ رکھے -

واللہ الموفق

بقیہ حضرت علیؓ صفحہ ۱۶ سے آگے -

ذرہ بھر بے انصافی نہیں کی بلکہ فیاضی سے پیش آئے - صحابہ کرام کی بھی یہی شان تھی - کیونکہ وہ آپ ہی کے نقشِ قدم پر چلتے تھے - انہوں نے کبھی انصاف کا دامن نہیں چھوڑا - اور راہِ راست سے سرمو انحراف نہیں کیا - اور لا یجرمنکم شنأن قوم علی ان لا تعدلوا (کسی قوم کی دشمنی تم کو بے انصافی پر آمادہ نہ کرے) کی عملی تفسیر کر دی -

اگر حضرت علیؓ کی بجائے کوئی نفس پرست حاکم ہوتا تو اپنے قاتل کو اسی وقت بڑے عذاب سے ہلاک کرتا - اور تمام خارجیوں کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا - لیکن آپ نے امام حسنؓ سے فرمایا کہ اسے کوئی تکلیف نہ دو - اس کے کھانے پینے اور سونے کا مناسب انتظام کرو - اگر میں زندہ رہا تو مجھے اختیار ہے کہ قصاص لوں یا معاف کروں - اگر میں مرگیا تو تم بھی اس پر ایک ہی وار کرنا - مثلہ نہ کرنا - اور خبردار اس کے علاوہ کوئی قتل نہ کیا جائے - اور کسی قسم کی زیادتی نہ کی جائے -"

اہل و عیال کو وصیت کی کہ اللہ کی اطاعت کرو - اور تقویٰ اختیار کرو - نماز اور زکوٰۃ کے پابند رہو - نیکی کا حکم دو - اور بدی سے منع کرو - فواحش سے بچو - دُنیا سے محبت نہ کرو - حق پر قائم رہو - اور اس بارے میں ملامت کی پروا نہ کرو - آخرت کے لئے کام کرو - یتیم - مسکین - قرابتدار - پڑوسی اور مظلوم کی مدد اور ظالم کی مخالفت کرو - ذمیوں کی حق تلفی نہ ہونے دو - نیکی اور تقوے میں ایک دوسرے کا ساتھ دو - لیکن گناہ میں کسی کی اعانت نہ کرو - اسلام پر مرو - میں تمہارے لئے خیر و برکت کی دُعا کرتا ہوں اور تم کو اللہ کے حوالہ کرتا ہوں - توحید و رسالت کا اقرار کرتا ہوں -" یہ کہا اور اپنے خالق سے جا ملے - انا للہ و انا الیہ راجعون -

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

قرآنِ حکیم ـــــ سرچشمۂ علوم

(از جناب ابوالمکارم فضل احمد صاحب پرویز الحکیم بی اے کبیر والا (ضلع ملتان)

یہ قدرت کا قانون اور سنّتِ الٰہی ہے کہ جب لوگوں کو ہدایت کی ضرورت ہوتی تھی تو نبی یا رسول کو دنیا میں بھیج دیا جاتا تھا۔ تاریخ ماضی کے اوراق پارینہ اُلٹے جائیں تو اس حقیقت کے شواہد نظر آتے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ جب قوم ثمود اپنے فنِ سنگ تراشی پر نازاں تھی۔ ان کی ہدایت کے لئے حضرت صالحؑ مامور ہوئے۔ اور انہیں کے تقاضا کے مطابق ناقہ کا معجزہ دیا گیا وہ اُونٹنی حضرت صالحؑ کی دعا اور قوم صالحؑ کی استدعا پر سنگ خارا سے پیدا ہوگئی تھی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں ان کی اُمّت آہن گری میں باکمال تھی۔ تو ان کے ہاتھوں میں وہ اعجازی قوّت رکھ دی گئی کہ لوہے کو ہاتھ میں لیتے تھے تو وہ نرم ہو جاتا تھا۔

حضرت موسیٰؑ کو ساحروں سے واسطہ پڑا۔ چنانچہ انہیں اعجاز اثر عصا اور یدِ بیضا سے نوازا گیا۔ عصا کے اژدہا بننے کی دیر تھی کہ ساحروں کے عمل سحر تو کیا وہ خود مسحور و مبہوط ہوکر رہ گئے اور اعتراف شکست کئے بغیر نہ بنی۔ حضرت عیسےٰؑ کا وقت آیا تو بنی اسرائیل میں طب کا دور دورہ تھا۔ ان لوگوں نے اپنی حذاقت کا سکہ چاردانگِ عالم پر بٹھا رکھا تھا۔ قدرت نے مناسب سمجھا کہ اسے بغیر باپ کے پیدا کر کے احیا موتیٰ کا معجزہ دے دیا جائے۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ادھر قم باذن اللہ کے الفاظ زبان سے ادا ہی نہ ہونے پاتے کہ مردہ اُٹھ کھڑا ہوتا۔

ہوتے ہوتے قدرت نے اپنے سلسلہ ہدایت کو تمام کر دینے کی خاطر رحمت للعالمین کو بھیج دیا۔ آخری رسول کے میدان تبلیغ کے لئے سرزمینِ عرب کو منتخب کیا گیا۔ عرب، شعری ادب کے لحاظ سے مفتخر و ممتاز بن چکا تھا۔ عکاظ کے بازاروں میں ان کی زبان آوری کے چرچے تھے۔ حریم کعبہ کی دیواریں عربی فصاحت و بلاغت کی قصیدہ خوانی کرتی دکھائی دیتی تھیں

عربوں کو اپنی زبان آوری پر اس قدر ناز تھا کہ اپنے کو عرب (زبان آور) اور باقی سب جہان کو عجم (گونگا) شمار کرتے تھے۔ غالباً قدرت کو اپنے آخری پیغام کے لئے ایسی سرزمین کی ضرورت تھی۔ کہ جس کی زبان اس بارگراں کی متحمل ہو سکے۔ لہٰذا ارض بطحا اور مرتفع فاران پر نظرِ انتخاب پڑی۔

عربوں کی فصاحت و بلاغت کا لحاظ رکھتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو قرآن مجید کے معجزہ سے سرفراز فرمایا۔

اللہ کے کلام کی فصاحت و بلاغت کے مقابلے میں کس کی مجال تھی کہ زبان کھولتا۔ سب گنگ ہوکر رہ گئے۔ اور آواز نکلی بھی تو ماھٰذا کلام البشر کا اقرار کرتی ہوئی۔ قرآن برابر اپنا اعلانِ مقابلہ (چیلنج) کہ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ($\frac{2}{23}$) کرتا رہا۔ آیہ تحدی آج تک کلام مجید میں موجود ہے۔ اور قیامت تک اپنا اعلان کرتی رہے گی۔ مگر کسی کو معارضہ و مقابلہ کی نہ توفیق ہوئی اور نہ ہو گی۔ آخری رسول کا لایا ہُوا یہ مہتمم بالشان معجزہ وقتی ضرورت کا سامان نہیں تھا۔ بلکہ اس امر کا اعلان تھا کہ صاحبِ معجزہ کی رسالت اور یہ معجزہ تا قیامِ قیامت بحفظ و امان رہیں گے۔

نزولِ قرآن نے جہاں اور انقلاب پیدا کئے وہاں عربی زبان کی بھی کایا پلٹ دی۔ عربی ادب کا سرمایہ پہلے ہی کیا کم تھا۔ قرآن نے آکر اس میں اور بھی اضافہ کیا اور صرف اضافہ پر اکتفا نہیں کی بلکہ اسے جدید رجحانات سے بھی آشنا کردیا۔ پہلے شعری ادب عربی کا سرمایۂ افتخار تھا اب نثری نگارشات کی چھاپیں بھی ادب پر پڑنی شروع ہوگئیں۔ قرآن ہی کا فیضان تھا کہ علوم و فنون کے فوّارے پھوٹ اُٹھے۔ آج تک کسی مذہبی اور الہامی کتاب نے اپنے ذریعۂ اظہار کی زبان کو اس قدر مالا مال نہیں کیا۔ جس قدر کہ قرآن مجید نے عربی کو علوم و فنون کے خزانہ عامرہ سے معمور کر رکھا ہے۔

یہاں ہم ان علوم کا تذکرہ کریں گے۔ کہ جو بالواسطہ یا بلاواسطہ قرآن مجید سے متعلق ہیں۔ اور ان کا سرچشمہ اللہ کی یہ کتاب ہے۔

سہولت کی خاطر ہم ان علوم کو مندرجہ ذیل دو اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں:-

(۱) وہ علوم کہ جن کا بلا واسطہ تعلق قرآن حکیم سے ہے۔

(۲) وہ علوم کہ جو بالواسطہ قرآن مجید سے متعلق ہیں۔

یاد رہے کہ یہ تعلق اور رشتہ اتنا گہرا ہے کہ اگر قرآن مجید نہ آتا تو ان علوم میں سے بعض سے تو دُنیا یکسر روشناس ہی نہ ہوتی اور بعض عرصہ دراز کے انتظار بسیار کے بعد شاید عالمِ وجود میں آتے۔ قرآن مجید نے منصہ شہود پر آکر ان علوم کے لئے سامانِ وجود بہم پہنچایا۔ قرآن مجید یعنی نورِ مبین بمنزلہ آفتاب کے ہے کہ جس سے مختلف علوم کی شعاعیں نکلیں اور اُنہوں نے اقصائے عالم کو جگمگا کر رکھ دیا۔

۱۔ علوم بلاواسطہ

(۱) علم تجوید القرآن

قرآن مجید چونکہ الہامی کتاب ہے اور عربی زبان میں ہے۔ جس کی خصوصیت یہ ہے کہ غلط انداز سے الفاظ ادا کرنے سے مفہوم زیر و زبر ہو جاتا ہے۔ لہٰذا قراءت میں قرآن مجید کو صحیح طور پر خاص انداز میں پڑھنے یعنی اسے، اس کے مخرج سے اچھی طرح ادا کر کے پڑھنے کی ضرورت تھی۔ اس غرض کے لئے علم تجوید القرآن اور طریقِ قرأت معرضِ وجود میں آیا۔ قرأتیں سات ہیں اور آج کل اسلامی دُنیا میں عاصم الکوفی کی قرأت مقبول اور متداول ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ قرآن کو اچھی آواز سے آراستہ کرو۔

اس ضمن میں ایک واقعہ بھی تائید کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ سرکارِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت ابوحذیفہ رضؓ کے ایک غلام کو خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے سُنا تو فرمایا الحمد للہ الذی جعل فی امتی مثلہ یعنی خدا کا (ہزار ہزار) شکر ہے کہ اس

نے میری اُمّت میں ایسا شخص پیدا کیا
حضرت داؤدؑ کی خوش الحانی ایک ناقابلِ فراموش حقیقت ہے۔ جب آپ زبور کی تلاوت اپنے مخصوص لحن میں فرماتے تھے تو اُڑتے پرندے رُک جاتے تھے۔

خوش الحانی سے تلاوت کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ پیشہ ور فن کاروں کی طرح تانیں اور دھنیں بنائی جائیں۔ احادیثِ نبوی میں اس کی مذمت آئی ہے۔ مثلاً حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ کہ مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

سیاتی قومٌ یثقفونہ، تثقیف القناء لیسو بخیارکم۔ مستقبل کچھ ایسے مسلمانوں کا استقبال کرے گا۔ کہ جو قرآن میں گانے کی طرح کھینچ تان کریں گے۔ یاد رہے کہ یہ لُتِ بیضا کے اچھے لوگ نہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا کہ یقیمونہ اقامۃ القدح یتعجلونہ ولا یتأجلونہ۔ وہ قرآن کو تیر کی طرح سیدھا کرینگے۔ اسے جلدی جلدی تیزی کے ساتھ پڑھیں گے اور دم لے کر نہیں پڑھیں گے۔

قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا امرِ مستحسن ہے جیسا کہ قرآن مجید سے بھی ظاہر ہے۔

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا (۲۹/۴)

اے رسولِ اکرم! قرآن مجید کو ذرا ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کیجئے۔

غالباً اسی لئے ساتھ ہی حکم ہے کہ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (۲۹/۲۰)

پس جس قدر میسّر ہو سکے قرآن پڑھ لیا کیجئے۔

اونچی آواز کے ساتھ تلاوتِ قرآن بھی مستحسن ہے۔ بشرطیکہ خود نمائی کا جذبہ پس منظر کار فرما نہ ہو۔

استیعاب عبد البرؒ میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت مقدادؓ کو بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہوئے سُنا تو فرمایا کہ یہ اوّاب (بہت عبادت گزار) ہے۔

رقّت آمیز دھیمی آواز سے تلاوت قرآن کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مشاہدہ فرمایا تو اظہارِ خورسندگی فرمایا۔

حفظِ قرآن کے عمل میں بھی قرأت اور تجوید پر کافی زور دیا جاتا ہے۔ اس علم پر بکثرت کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔

۲- علم احکام القرآن

قرآن مجید مسلمانوں کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات کا درجہ رکھتا ہے۔ اس لئے ہدایات کے لئے آیات محکمات میں احکام موجود ہیں۔ احکام کی دو صورتیں ہیں۔

(ل) جن میں واضح الفاظ میں کسی فعل کے کرنے کا حکم دیا جائے ایسے مثبت احکام اوامر کہلاتے ہیں۔

(ب) جن آیات میں کسی کام سے روکا گیا ہے یا ان سے اس فعل کی مذمت کا پہلو نکلتا ہو یہ منفی طرز کا حکم ہی ہے۔ اس کو نہی کہتے ہیں۔

علمائے اسلام نے سعی بلیغ کر کے احکامِ قرآن کا انتخاب کیا ہے۔ اور اس طرح احکام القرآن ایک باقاعدہ علم کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ علماء اور فقہاء اُمّت اپنے اپنے معیار کے موافق قرآن کے احکام تلاش کرتے رہے ہیں۔ کئی ایک کتابیں اس موضوع پر لکھی گئی ہیں۔

۳- علم متشابہات القرآن

قرآن مجید چونکہ قیامت کے لئے ذخیرہ ہدایت بن کر رہ جانے والی کتاب ہے۔ لہٰذا اس میں ہر زمانہ کی عصری ضروریات کا لحاظ رکھ دیا گیا ہے۔ ہر شخص اپنے علم اور فہم کے مطابق اس سے استفادہ کر سکتا ہے اور علم یا عمل کی دوڑ میں جتنے ہم آگے بڑھتے جائیں گے اتنے قرآن کے اسرار واضح اور کھُلتے چلے جائیں گے۔ جتنے زیادہ جس کے پاس عقلِ فہیم اور قلبِ سلیم ہونگے اتنا زیادہ وہ معارفِ قرآن سے محظوظ ہوگا۔ اس غرض و غایت کے لئے قرآن مجید میں آیات محکمات کے علاوہ آیات متشابہات بھی موجود ہیں۔

پس آیات دو طرز کی ہوئیں:۔

(ل) آیات محکمات جو کہ اسلام کے بنیادی اور اساسی حقائق مثلاً توحید اور اعمالِ حسنہ سے تعلق رکھتی ہیں ان کے معنی میں اصل معنی کے علاوہ کسی دوسرے معنی کا احتمال ممکن نہیں۔

(ب) متشابہات وہ آیات ہیں کہ جن کے کئی معانی ہو سکتے ہیں۔ یا ان میں تمثیل، مجاز یا استعارے پائے جائیں مثلاً بہت سی آیات میں ذات و صفات باری تعالےٰ، احوال بہشت و دوزخ، کیفیتِ ملائکہ اور ماہیت رُوح کا تذکرہ ہے۔ جس سے مختلف توجیہات اور تنقیہات کا احتمال ممکن ہے۔

متشابہات کے صحیح مفاہیم و مصادیق اللہ تعالےٰ یا راسخون فی العلم جن پر اللہ تعالےٰ کی خاص نظر ہوتی ہے۔ وہی جانتے ہیں۔ متشابہات کی حقیقت عام لوگوں کی مطمحِ فہم و ادراک سے ماوراء ہے۔ لہٰذا متشابہات میں بحث و تمحیص روا نہیں۔ ایمان لانا ضروری ہے۔ اور ایمان و ایقان کے ذریعہ ہی اگر طلبِ صادق ہو تو گوہرِ مقصود میسّر آتا ہے۔ اور پردے ہٹ جاتے ہیں۔ تاکہ روئے حقیقت ظاہر ہو۔

کتاب اللہ میں متشابہات کا ان آیات میں ذکر آیا ہے۔

(ل) هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ۚ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ (۳/۱)

(ب) اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا

علمائے اسلام نے متشابہات کو معین کرنے اور بعض کی تفسیر و تاویل کے لئے بہت زورِ قلم صرف کیا ہے۔ متکلمین، اہل الحدیث، اشاعرہ، متصوّفین وغیرہ مکاتبِ فکر نے اپنے اپنے طور پر کتابیں لکھی ہیں۔

بعض نے مقطعات قرآن (الم، ن، ص، المرآ) کو خصوصی طور پر متشابہات میں شامل کیا ہے۔

۴- علم قصص القرآن

قرآن مجید میں امم سابقہ اور انبیاء ماسلف کے قصص و حالات عبرت اور سبق حاصل کرنے کی خاطر بیان ہوئے ہیں۔ ارشاد قدرت ہوتا ہے:۔

(ل) فاقصص القصص لعلّھم یتفکرون

(ب) لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب

(ج) وکلاً نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت بہ فوادک وجاءک فی ھٰذہ الحق و موعظۃ وذکرٰی للمؤمنین۔

ایک پوری سورت سورہ القصص کے نام سے معنون ہے۔ یہ قصّے عام قصّوں کے تصوّر سے مختلف ہیں۔ یہ فقط زیبِ داستان کے لئے پیش نہیں کئے گئے بلکہ ان سے غرض و غایت عبرت اور موعظت ہے۔

ان قصص نے تاریخی حقائق کا ایک گرانقدر ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ اور ان سے حسبِ موقعہ تاریخی غلطیوں کی اصلاح

بھی ہوگئی ہے۔ اناجیل اور تورات میں تحریف کے حربے نے واقعاتی تاریخ کو بھی محفوظ نہیں رکھا تھا۔ قرآن نے آکر صحیح واقعات و حالات پیش کئے۔ یہ قصص تاریخی میدان میں تحقیق کے محرک بھی ثابت ہوئے ہیں۔ اور تحقیقات سے برآمد ہونے والے نتائج نے ہمیشہ قرآنی حقائق کی توثیق کی ہے۔ قصص القرآن سے متعلق بکثرت کتابیں دستیاب ہوسکتی ہیں۔ مسلمانوں نے اس پر قابلِ قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔

واقعہ یوسفؑ کو کتاب اللہ [illegible] القصص قرار دیا ہے۔ علمائے اسلام کی [illegible] کے مطابق قصص اور حکایات پر نسخ کا اطلاق نہیں ہُوا۔

۵۔ علم امثال القرآن

اپنے مافی الضمیر کو بیان کرتے وقت مخاطب کو پوری طرح سمجھانے کے لئے مثالوں کی ضرورت پیش آتی ہے اور جب مسئلہ ذرا مشکل ہو تو مثالوں کی ضرورت اور بھی زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ کلام اللہ میں چونکہ دقیق مسائل بیان ہوئے ہیں۔ لہٰذا افہام و تفہیم کی خاطر اس میں بکثرت امثال موجود ہیں۔

(الف) ولقد ضربنا للناس فی القرآن من کل مثل۔ ہم نے لوگوں کو سمجھانے کی خاطر قرآن حکیم میں ہر قسم کی مثال ذکر کردی ہے۔

(ب) تلک الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العالمون۔

(ج) ان اللہ لایستحیی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃ فما فوقها فاما الذین امنوا فیعلمون انہ الحق من ربھم واما الذین کفروا فیقولون ماذا اراد اللہ بھذا مثلاً یضل بہ کثیراً ویھدی بہ کثیراً (۲/۲۶)

امثال القرآن کی حقیقت ماہیت اور غایت پر کئی کتابیں شائع ہوئی ہیں۔

ان علوم کے علاوہ قرآن مجید کی آیات اور سور کے شانِ نزول، قرآن کے خاص و عام پر کافی عرقریزی کر کے حقائق کے جواہرات کو چننے کی سعی مشکور کی گئی ہے۔

مندرجہ بالا سب علوم گویا تفسیری مقاصد کو پورا کرنے کے ذرائع ہیں۔ مسلمانوں نے تفسیروں پر جس قدر قابل ستائش کام کیا ہے اس سے شمہ بھر بھی دوسروں نے اپنی مذہبی کتاب کی شرح پر نہیں کیا۔ یہ امتیاز اور اعزاز مسلمانوں کو حاصل ہے

اور یہ چیز قرآن حکیم کی جامعیت اور فضیلت پر بھی دال ہے۔

علامہ جلال الدین السیوطیؒ نے اتقان فی علوم القرآن میں علوم قرآن کا شرح و بسط کے ساتھ جائزہ لیا ہے۔

۲۔ علوم بالواسطہ

اب ان علوم و فنون پر روشنی ڈالنا باقی ہے کہ جو بالواسطہ قرآن مجید سے متاثر ہوئے اور کتاب اللہ ہی کی وجہ سے معرضِ وجود میں آئے۔

۱۔ علم الاحادیث دُنیا میں کوئی شخص ایسا موجود نہیں کہ جو آیات قرآنی کا صحیح مطلب اپنے آپ سمجھ لینے کا ادعا کرسکے۔ کیونکہ لغت عربی میں ایک لفظ کے کئی کئی معانی ہیں اور یقین نہیں کہ صاحب قرآن (اللہ تعالےٰ) کے ہاں اس کا مصداق کیا ہے؟

قرآن کی کماحقہ تفسیر وہ صاحبِ بصیرت کرسکتا ہے کہ جس کے دل پر قرآن نازل ہُوا ہو۔ لہٰذا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اور کون رموز قرآن کا محرم راز اور نکتہ سنج ہوسکتا ہے؟

یہی وجہ ہے کہ قرآن کی تبیین اور تفہیم کے لئے سنّتِ رسول مقبولؐ ضروری قرار دی گئی۔ آنحضرتؐ کی زندگی ہمارے لئے اسوۂ حسنہ کا درجہ رکھتی ہے اور آپ ہمارے لئے مرکز عمل تھے۔ آنحضرتؐ جتنی مرتبت کی کتابِ حیات بھی کتاب اللہ کی طرح جامع ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ بیان صداقت نشان (خلقہ القرآن) اسی حقیقت کا ترجمان ہے۔

قرآن اور سنّت کے مابین اتنا گہرا ارتباط ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم ملزوم کا درجہ رکھتے ہیں۔

امام شاطبیؒ الموافقات میں رقمطراز ہیں۔

لان الکتاب یکون محتملا لامرین فاکثر فتاتی السنۃ بتعیین احدھما فیرجع الی السنۃ ویترک مالا یقتضی الکتاب۔ قرآن کی عبارت میں کبھی دو باتوں کا کبھی ایک سے زیادہ کا احتمال ہوتا ہے اور متعین نہیں ہوتا کہ اللہ کے ہاں کیا مراد ہے تو سُنّت ان میں سے ایک احتمال معیّن کر دیتی ہے۔ وہی قرآن کی مراد سمجھی جاتی ہے۔ اور پھر قرآن حکیم کے دوسرے احتمالات پر عمل نہیں کیا جاتا۔

حدیث اسی سنّت کو ضبط تحریر میں لانے کا نام ہے۔ سُنّت کا تعین ہم احادیث کی روشنی میں ہی کرسکتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے دُنیا سے اُٹھ جانے کے بعد قرآن مجید کے مفہوم کو سمجھنے میں دشواریاں پیدا ہونے لگیں تو تدوینِ حدیث کا مرحلہ پیش آیا۔ چنانچہ احادیث حافظہ سے صفحاتِ قرطاس پر منتقل کر دی گئیں۔ غرضیکہ یہ علم و فن بھی قرآن مجید کی بدولت وجود میں آکر ترقی پذیر ہُوا۔

امام شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید نے احکام شرعیہ اکثر کلی طور پر بتلا دیئے ہیں اس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ اس کا جاننے والا اجمالاً پوری شریعت کا عالم ہے۔

۲۔ علم اسماء الرجال

احادیث کی صحت کی جانچ پڑتال کی خاطر ناقدین کو راویوں کے حالات زندگی، عادات و اخلاق اور سیرت کردار کا جائزہ لینے کی ضرورت لاحق ہوئی چنانچہ لاکھوں راویوں کے حالاتِ زندگی و سیر کو قلمبند کیا گیا۔ ان کے مناقب اور محاسن کی نشاندہی کی گئی۔ خوبیوں اور خامیوں کو روشنی میں لایا گیا۔ اور اس سلسلے میں ذاتی تعلقات اور احترام عقیدت بالائے طاق رکھ دیئے گئے۔ کیونکہ تلاش حق میں یہ علائق بے معنی ہوکر رہ جانے چاہئیں۔

اس دیانت دارانہ طرز عمل کو ارسطو کے الفاظ میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

Amicus Plato, Sed magis amica veritas

مجھے افلاطون بہت عزیز ہے (کیونکہ وہ اُستادِ محترم ہے) مگر حق و صداقت اس سے کہیں زیادہ عزیز ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ اس علم اسماء الرجال ہی سے صحیح تاریخ نویسی کی داغ بیل پڑی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مورخین نے اسماء الرجال کے اصولوں کی روشنی میں تاریخی میدان میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ چنانچہ سولھویں صدی ہی میں صاحب کشف الظنون حاجی خلیفہ نے مورخین کی تعداد ۱۲۰۰ سے متجاوز بتلائی ہے۔ جبکہ بقول مشہور یورپی ماہر تاریخ بکل (Buckle) مغربی تاریخ نویسی میں ۱۵۹۷ء تک تدوین واقعات میں سن و سال کا التزام ضروری نہیں تھا۔ علم اسماء الرجال پر اصابہ۔ استیعاب، لسان المیزان، تجرید ذہبی، تقریب التہذیب، اکمال وغیرہ مشہور کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہوچکی ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی کی خدمات اس سلسلہ میں ناقابل فراموش

۳- علم فقہ

قرآن مجید میں تفقہ کو امرِ مستحسن قرار دیا گیا ہے۔ فقہ سے مراد وہ علم مسائل ہے کہ جو قرآن حکیم کی آیات بیّنات سے استدلال عقلیہ کے ساتھ سنت رسول مقبولؐ کو پیش نظر رکھ کر اخذ کیا جائے۔ آیات بیّنات سے ایسے آئین اور مسائل قوّت فکریہ کی مدد سے اخذ کئے جاسکتے ہیں۔ جو کہ ہر زمانہ کے عصری تقاضوں کا ساتھ دے سکیں۔ جو علمائے اُمّت استنباط مسائل کی سعی مشکور کرتے ہیں ان کو اصطلاح میں مجتہد کہتے ہیں۔

فقہ کے اصول چار ہیں (۱) قرآن (۲) سنّت (۳) اجماع (۴) قیاس۔

ان اصولوں میں بھی قرآن اور سُنّت حجّت تامہ ہیں۔ اور ان میں سے بھی قرآن کو اولیّت کا شرف حاصل ہے۔ کیونکہ حدیث و سنّت قرآن ہی کی تو توضیح و تشریح ہے۔

۴- علم بیان و معانی

عربی ادب پر کتاب اللہ کے صحت مند اور مثبت اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ قرآن مجید فصاحت و بلاغت لفظی و معنوی کے اعتبار سے معجزہ تھا۔ اس میں بیان معالی کے محاسن کا لحاظ بخوبی رکھا گیا تھا۔ نزولِ قرآن کے بعد ادباء نے عربی ادب میں ان خوبیوں کو اچھی طرح ظاہر کرنے اور زبان کو نکھار دینے کی طرف توجہ دی۔

اصول و قواعد متعین ہوئے اور کتابیں تالیف ہوئیں۔

۵- علم النحو

علم النحو کا معرض وجود میں آنا بھی قرآن مجید کا مرہونِ منت ہے۔ مورخین بیان کرتے ہیں کہ امیرالمومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ جب کوفہ میں مقیم تھے تو کوفہ چونکہ چھاؤنی تھی اور چھاؤنی میں مختلف قبیلوں اور علاقوں کے لوگ ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی عربوں کے علاوہ عجمی لوگ بھی موجود تھے۔ ایک روز آپ نے کسی کو قرآن مجید کے اعراب میں غلطیاں کرتے ہوئے سُن پایا۔ مضطرب ہوگئے اور واپس آکر اپنے شاگرد رشید ابوالاسود دوئلی کو نحو کے مبادیات لکھائے اور اس بنیاد پر نحو کے اصولوں کی عمارت تیار کرنے کا حکم دیا۔ انہی ابوالاسود نے حجاج بن یوسف حکم سے قرآن مجید پر اعراب اور نقاط دیئے۔ نصر بن عاصم اور یحییٰ بن یعمر نے بھی قرآن کی ایسی خدمت سرانجام دی۔ نحو پر سیبویہ، کسائی سند کا درجہ رکھتے ہیں۔

۶- علم الکلام

عباسی عہد میں یونانی فلاسفہ کی کتابیں ترجمہ ہوکر اسلامی دُنیا میں مروّج ہوئیں اور عجمی افکار بھی ذہنوں کو متاثر کرنے لگے تو مسلمانوں میں بھی مسلّمات مذہب (جوکہ قرآن اور سُنّت سے ماخوذ تھے) کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے اور اسے مدلّل کرکے پیش کرنے کا رجحان پیدا ہُوا۔ اسی سے علم الکلام کی بنیاد پڑی۔ معارف قرآنی کی تاویلیں معقولات اور استدلال عقلیہ کی روشنی میں پیش کی جانے لگی۔ مسئلہ توحید خصوصی طور پر موضوعِ بحث رہا۔ جن لوگوں نے معقولات کی دُنیا میں قدم رکھا یہ لوگ متکلمین کہلائے۔ معتزلہ اس میدان میں پیش پیش تھے۔ کلامین نے قرآن مجید کی تفسیر بھی اپنے اندازِ فکر اور خاص ڈھب کے مطابق کی ہے۔

جاراللہ زمخشری کی تفسیر کشّاف قابل ذکر ہے۔

۷- علم التصوّف

عقل کو رہبر بنا دینے سے بہت سے عقائد سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے حالانکہ وہی مذہب کی جان ہیں۔ عقل کی بلند پروازیاں خواہ کتنی بلند کیوں نہ ہوں وہ حقائق دین کی کنہ کو نہیں پہنچ سکتی۔ عقل محدود ہے اور حلقہ وحی اپنی وسعت اور پہنائیوں میں غیر محدود لہٰذا وحی پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور عقل کی راہبری قابل قبول نہیں ہوسکتی۔ عقل چراغ رہگذر ٹھہری، اسے درونِ خانہ کی کیا خبر؟

یہاں عقل کی بجائے دل قابل التفات چاہیئے، دل حق و مذہب کی طرف جھکا رہنا چاہتا ہے۔

خاتمہ کلام

غرضیکہ اکثر و بیشتر علوم جن میں کہ مسلمانوں کو تقدم کا شرف حاصل ہے۔ قرآن مجید ہی کی طفیل دُنیا کے سامنے آئے۔ تاریخ۔ جغرافیہ، مطالعہ فطرت وغیرہ کے محرک قرآن کریم ہی تھا۔

میری کوتاہ قلمی ان علوم و فنون کی تمام شاخوں کا احصا نہیں کرسکتی جو کہ قرآن کے زیر اثر پروان چڑھیں۔ قرآن خیر کثیر ہے۔ اس کے احسانات کا احاطہ حقیر لوگ قلم کرنے لگے۔ تو اسے گستاخی پر محمول کیا جائے گا۔ افسوس آج ہم علوم و فنون کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ اس کا سبب ہمارا قرآن سے روگرداں ہونا ہے۔ اُمّت وسطیٰ جو اقوام عالم کی نگران اور نوعِ انسانی کی امام تھی اپنے مقام کو بھول کر غیروں کی دست نگر ہوکر رہ گئی ہے۔ آئیے ہم قرآن حکیم کی حکمتِ بالغہ کی طرف رجوع کریں۔ وہی ہمارے لئے ذریعہ شفا اور مداوا ہے۔ تفہیم اور تبیّنِ قرآن کے لئے مہبط وحی سرکارِ رسالتؐ کو اپنا راہبر بنائیں۔ ہدایت کے یہ دو ذریعے ہیں جو قیامت تک کے لیے گمراہی سے بچانے کے ضامن ہیں۔ چلتی دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم فرما گئے تھے:۔

اِنّی تارکٌ فیکم الثقلین کتاب اللہ و سنّتی ان تمسکتموھما لن تضلوا بعدی ابدا۔

بقیہ حضرت علیؓ صفحہ ۱۰ سے آگے

۲۱- رمضان سنہ ۴۰ھ کو شہادت ہوئی۔ چار برس نو مہینے خلافت کی۔ اور ترسٹھ برس کی عمر پائی۔

دارالخلافہ کوفہ میں کہرام مچ گیا۔ جس نے سُنا فرطِ غم سے نڈھال ہوگیا اور بولا افسوس آج اسلامی رُوح فنا ہوگئی۔ علمِ شریعت کا آفتاب غروب ہوگیا۔ اور ہم سے ایک ایسا شخص جُدا ہوگیا جس کا بدل نظر نہیں آتا۔ ؎

دریغا زیں دل آزادی دریغا
دریغا زیں جگر خواری دریغا
نہال عمر بے برگ است بے او
حیات جاوداں مرگ است بے او
بقا نون و فا نکو نباشد
کہ من باشم بگیتی او نباشد
چہ آسایش دراں گلزار ماند
کزو گل رخت بند و خار ماند

حضرت عائشہ رضؓ کو اس حادثہ کی اطلاع ہوئی تو بیقرار ہوکر رونے لگیں بڑی مشکل سے لڑکھڑاتی ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی قبر شریف کے نزدیک آئیں۔ اور عرض کیا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم آپ کا محبوب ترین فرزند شہید ہوگیا۔ آپؐ کا برگزیدہ مقرب دوست ہم سے رُخصت ہوگیا۔ اس کی بیوی بہترین عورت تھی۔ وہ خود ایمان لایا۔ اور ایمان پر قربان ہوگیا۔ عرب کا رہنما چل بسا۔"

(باقی صفحہ ۲ پر)

حضرت علی مرتضیٰ رضؓ

(از مولانا احمد صاحب ایم۔اے فاضل دیوبند لکھنؤ (انڈیا))

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو "خدام الدین" مورخہ ۲۹-مارچ ۱۹۵۶ء)

معاشرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کی طرح آپ کی زندگی دور خلافت میں بھی زاہدانہ اور درویشانہ رہی بیت المال سے آپ بقدر کفاف لیتے [illegible] گھر میں کئی کئی ہفتے چولھا نہیں جلتا تھا۔ آپ مزدوری کرتے ۔ یہودیوں کے باغ سیراب کرتے اور پانی بھرتے تھے ۔ موٹا جھوٹا پہنتے اور سادہ کھاتے تھے ۔ گھر میں نہ کوئی دربان تھا نہ خادمہ ۔ حضرت فاطمہؓ چکی پیستی اور گھر کا سب کام کرتی تھیں ۔ اس کے باوجود جود و سخا اور ایثار کا یہ عالم تھا کہ کسی حاجتمند کا سوال رد نہیں کیا ۔ ایک دفعہ مزدوری میں کچھ جو ملے تو اس میں سے تہائی کا حریرہ پکوایا ۔ اس کے پکتے ہی ایک مسکین آگیا ۔ آپ نے وہ سب اس کو دے دیا ۔ پھر دوسرے تہائی کو پکوایا اتفاق سے ایک قیدی نے آواز دی ۔ وہ سب اسے عطا کر دیا ۔ جب بقیہ پکایا گیا تو ایک یتیم نے پکارا ۔ وہ سب اس کے حوالہ کر دیا ۔ اور خود فاقہ کیا ۔ اس فیاضی کی تعریف میں یہ آیت نازل ہوئی ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح آپ ہر کام خود کر لیتے تھے ۔ مزدوری کرتے ۔ گھر میں پانی بھرتے ۔ زمین کھودتے ۔ مویشی چراتے ۔ جوتوں کی مرمت کرتے ۔ کپڑوں میں پیوند لگاتے اور بازار سے سودا خرید کر لاتے تھے ۔

ایک شخص سخت جاڑے میں رات کو آپ سے ملنے آیا تو آپ کو ایک پتلی سی چادر اوڑھے ہوئے اور سردی سے کانپتے ہوئے دیکھا ۔ عرض کیا ۔ "امیرالمومنین ایک گرم جوڑا بنوا لیجئے ۔" فرمایا ۔ "اس وقت اتنی استطاعت نہیں اور اپنے آرام کے لئے قوم کے بیت المال پر بوجھ ڈالنا نہیں چاہتا ۔"

کوفہ آکر جب پہلی دفعہ نماز پڑھانے کے لئے جامع مسجد میں داخل ہوئے تو سر پر پرانا عمامہ اور جسم پر پیوند لگا ہوا کرتہ تھا ۔ تلوار ذوالفقار رسی کے ٹکڑے سے کمر میں بندھی ہوئی تھی یہ وضع دیکھ کر بہت سے لوگ آپ کو پہچان نہ سکے ۔ ان کو بتایا گیا کہ یہی امیرالمومنین ہیں ۔ بعض احباب نے عرض کیا کہ خلیفۂ وقت کے لئے اتنا بوسیدہ لباس زیبا نہیں ہے ۔ فرمایا ۔ "اس سے حکام کو سادگی کی رغبت اور غریبوں کو تسلی ہوگی ۔ کیونکہ ان کا امیر بھی ان جیسا ہے ۔" آپ کا غلام قنبر آپ سے بہتر لباس پہنتا تھا ۔ اس نے ایک بار عرض کیا ۔ "امیرالمومنین آپ مجھے اپنے سے بہتر پوشاک کیوں دیتے ہیں ؟" فرمایا ۔ "میں بوڑھا ہوگیا ہوں اور تم ابھی جوان ہو ۔"

عید کے دن کچھ لوگ مبارکباد دینے کے لئے آئے تو دیکھا کہ جو کی روٹیاں کھا رہے ہیں اور الحمدللہ کہہ رہے ہیں ۔ عرض کرنے لگے "یا امیرالمومنین عید کے دن یہ غذا" فرمایا "آج سینکڑوں گھروں میں فاقہ ہوگا ۔ اور یہ سوکھے ٹکڑے بھی میسّر نہ ہوئے ہونگے ان لوگوں کے روزہ اور عید میں کوئی فرق نہ ہوگا ۔ ایسی حالت میں ہمیں کس دل سے اپنی غذا میں اسراف کروں ؟" یہ معاشرت تھی زمانہ کے اس سب سے بڑے فرمانروا کی جو عرب سے کابل تک حکومت کرتا تھا ۔ آپ کی مقدس زندگی کے ہر پہلو سے اسلام کی شان عیاں ہوتی تھی ۔

خشیۃ اللہ

خشیۃ اللہ کا یہ عالم تھا کہ نماز کے وقت بارگاہِ الٰہی میں حاضری کے خیال سے چہرہ زرد ہو جاتا تھا ۔ قبرستان سے گزرتے تو متاثر ہو کر فرماتے اے قبروں میں سونے والو ۔ کیا حال ہے ۔ دنیا میں تمہارا مال وارثوں میں تقسیم ہوگیا ۔ تمہاری بیویاں بیوہ اور بچے یتیم ہوگئے ۔ صرف عمل صالح تمہارے ساتھ گیا ۔ قبر عمل کا صندوق ہے ۔

فرماتے تھے کہ اگر میں اللہ تعالےٰ کو ظاہری آنکھوں سے دیکھ لوں ، تو میرے ایمان میں اضافہ نہ ہو یعنی دیکھے بغیر ہی اس پر اتنا ایمان ہے جتنا دیکھ کر ہو سکتا ہے ۔ لہٰذا اضافہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ یہ ہے ایمان بالغیب کا کمال ۔

حبِّ رسولؐ

فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ماں باپ ۔ اولاد ۔ جان ۔ مال اور سخت پیاس میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب تھے ۔ یہ تھی "النبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم" کی شان ۔

حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مصاحب اور شاگرد ہونے کی وجہ سے علم و فضل کے دریا تھے ۔ علم نحو کی بنیاد آپ نے رکھی ۔ آپ افصح الفصحا تھے ۔ اور اس حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ ہی کا درجہ تھا ۔ شعلہ بار مقرر ۔ خوش گو شاعر اور فصیح و بلیغ ادیب و خطیب تھے ۔ آپ کے مواعظ و خطبات اب تک دلوں کو گرماتے ہیں ۔

اقوال

فرماتے تھے (۱) جو علم کا طالب ہوتا ہے جنت اس کی طالب ہوتی ہے ۔ اور جو گناہ کا طالب ہوتا ہے ۔ جہنم اس کی طالب ہوتی ہے ۔

(۲) دنیا کی بہترین نعمت اسلام ۔ بہترین شغل طاعت اور بہترین ناصح موت ہے ۔

(۳) جسے جنّت کا شوق ہوتا ہے وہ نیکیوں کی طرف سبقت کرتا ہے ۔ اور جو جہنّم سے ڈرتا ہے گناہوں سے بچتا ہے اور جسے موت کا یقین ہوتا ہے اس کی لذّتیں ختم ہو جاتی ہیں ۔ اور جو دنیا کو پہچانتا ہے اس کی مصیبتیں ہلکی ہو جاتی ہیں ۔

(۴) اگر پانچ خصلتیں نہ ہوں تو سب لوگ صالحین ہو جائیں ۔ جہل پر قناعت ۔ دنیا کی حرص ۔ اچھی چیز کے معاملہ میں بخل ۔ عمل میں ریا اور اپنی

عقل کو بڑا سمجھنا۔

(۵) جس نے چھ خصلتیں اختیار کیں جنّت کا مستحق ہوگیا۔ اور جہنّم سے بچ گیا۔ اللہ تعالےٰ کو پہچان کر اس کی اطاعت کی شیطان کو پہچان کر اس کی نافرنی کی۔ آخرت کو پہچان کر طلب کیا۔ دُنیا کو پہچان کر اس کی محبت ترک کی۔ حق کو پہچان کر اس کا اتباع کیا۔ باطل کو پہچان کر اس سے پرہیز کیا۔

(٦) نعمتیں چھ ہیں۔ اسلام۔ قرآن۔ رسولؐ۔ تندرستی۔ پوشش اور مخلوق سے استغنا۔

(۷) بہتان آسمان سے زیادہ بھاری ہے۔ حق زمین سے زیادہ وسیع ہے۔ قلب قانع سمندر سے زیادہ غنی ہے۔ قلب منافق پتھر سے زیادہ سخت ہے۔ ظالم بادشاہ آگ سے زیادہ گرم ہے۔ بخیل سے سوال زمہریر سے زیادہ سرد ہے اور صبر زہر سے زیادہ کڑوا ہے۔

(۸) جس نماز میں خشوع نہ ہو، جس روزہ میں لغو سے پرہیز نہ ہو۔ جس قرأت میں غور نہ ہو۔ جس علم پر عمل نہ ہو، جس مال سے سخاوت نہ ہو، جس برادری میں حفظِ مراتب نہ ہو۔ جو نعمت پائیدار نہ ہو۔ جس دُعا میں اخلاص نہ ہو، اس سے کچھ فائدہ نہیں۔

(۹) رونا تین سبب سے ہے۔ عذاب الٰہی کے خوف سے۔ غضب کے ڈر سے اور جُدائی کے اندیشہ سے۔ پہلا گناہوں کا کفارہ ہے۔ دوسرا عیبوں کا ازالہ ہے۔ تیسرا محبوب کی رضا ہے۔ گناہوں کے کفارہ کا نتیجہ عذاب سے نجات ہے۔ عیبوں کے ازالہ کا انجام دائمی نعمت اور درجاتِ عالیہ ہیں اور محبوب کی رضا کا ثمرہ اس کا دیدار اور زیادت فضیلت ہے۔

(۱۰) اچھی میراث علم۔ اچھا پیشہ ادب۔ اچھا توشہ تقویٰ۔ اچھا سرمایہ عبادت۔ اچھا رہنما عمل صالح۔ اچھا ساتھی حسن خلق۔ اچھا وزیر حلم۔ اچھی دولت قناعت۔ اچھی مدد توفیق اور اچھا اُستاد موت ہے۔

(۱۱) جس کے پاس سُنّت اللہ اور سُنّتِ رسولؐ اور سُنّت اولیا نہ ہو اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔ سُنّت اللہ راز داری۔ سُنّت رسولؐ لوگوں میں موافقت اور سنّتِ اولیاء لوگوں کو ایذا رسانی پر صبر ہے۔ ہمارے اسلاف ان تین باتوں کی وصیّت کیا کرتے تھے۔ جو اپنی آخرت کے لئے کوشش کرتا ہے اللہ دینی اور دُنیوی امور میں اس کی مدد کرتا ہے۔ جو اپنے باطن کی اصلاح کرتا ہے اللہ اُس کے ظاہر کی اصلاح کرتا ہے۔ اور جو اللہ کے ساتھ اپنا معاملہ درست رکھتا ہے اللہ اس کا معاملہ لوگوں کے ساتھ درست رکھتا ہے۔

(۱۲) اللہ کے نزدیک سب سے اچھے بنو۔ اور اپنے نزدیک سب سے بُرے بنو اور لوگوں کے نزدیک انہیں میں کے ایک آدمی بنو۔

(۱۳) جس کو تم سے لالچ ہے تم اس سے بہتر ہو۔ اور جس سے تم کو لالچ ہے تم اس سے کمتر ہو۔ اور جس سے تم کو لالچ نہیں ہے تم اس کے ہمسر ہو۔

(۱۴) تین چیزیں قوّتِ حافظہ کو بڑھاتی اور بلغم کو گھٹاتی ہیں۔ مسواک روزہ اور تلاوتِ قرآن۔

(۱۵) سب سے اچھا عمل وہ ہے جسے اللہ قبول کرے۔ سب سے اچھا مہینہ وہ ہے۔ جس میں تم سچّی توبہ کرو۔ سب سے اچھا دن وہ ہے جس میں تم ایمان کے ساتھ دُنیا سے رخصت ہوکر اللہ سے ملو۔

(۱٦) مجھے تین کام پسند ہیں۔ مہمان کی خدمت۔ گرمی میں روزہ اور جہاد۔

(۱۷) دین اور دُنیا قائم رہیں گے۔ جب تک دولتمند لوگ بُخل نہ کریں۔ علما اپنے علم پر عمل کریں۔ جہلا اپنے جہل پر تکبر نہ کریں۔ اور فقرا دنیا کے عوض آخرت کو نہ بیچیں۔

(۱۸) چار چیزیں تھوڑی بھی بہت ہیں۔ درد۔ فقر۔ آگ اور عداوت۔

(۱۹) سب سے مشکل اعمال چار ہیں۔ غصّہ میں معاف کرنا۔ تنگی میں بخشش۔ تنہائی میں پرہیزگاری۔ جس سے خوف یا امید ہو اس سے کلمۂ حق کہنا۔

ایک دہری نے حضرت علیؓ سے کہا۔ کہ خُدا کا وجود نہیں ہے۔ آپ اسے کیوں مانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اس کا وجود ہو یا نہ ہو اس کے ماننے سے ہم بہر حال فائدہ میں ہیں۔ اس نے پوچھا "کیونکر؟" فرمایا کہ اگر اس کا وجود نہیں ہے اور ہم اس کو مانتے ہیں تو مرنے کے بعد ہمارا کچھ نقصان نہ ہوگا۔ کیونکہ کوئی جواب طلب کرنیوالا نہ ہوگا۔ لیکن اگر اس کا وجود ہے اور آپ منکر ہیں تو آخرت میں آپ کی مصیبت آ جائے گی۔ لہٰذا ماننے ہی میں احتیاط ہے۔" وہ لاجواب ہوگیا۔

شہادت

تین خارجیوں نے صلاح کی کہ دُنیا اسلام میں جو فتنے برپا ہیں۔ ان کے ذمہ دار تین شخص ہیں۔ علی۔ معاویہ اور عمرو بن العاص اگر ان کا کام تمام کر دیا جائے تو امن ہو جائے۔ ہر ایک نے ان میں سے ایک کے قتل کا ذمہ لیا۔ معاویہؓ اور عمرو بن العاص کے قتل میں ناکامی ہوئی۔ لیکن حضرت علیؓ کا قاتل ابن ملجم کامیاب ہوگیا۔ ۱۹۔ رمضان ۴۰ھ کی صبح کو وہ مسجد کے راستے میں چھپ کر بیٹھ گیا جب حضرت علیؓ نماز فجر کے لئے مکان سے روانہ ہوئے تو اُس نے آپ پر تلوار سے حملہ کیا۔ آپ زخم کھا کر "فزت رب الکعبۃ" کہتے ہوئے گرے۔ حملہ آور حراست میں لے لیا گیا اور آپ گھر پہنچائے گئے۔

اگر کسی آدمی کی سیرت کا اندازہ کرنا ہو تو دشمنوں کے ساتھ اس کا معاملہ دیکھو۔ دوستوں کے معاملہ میں تو سب ہی منصف بلکہ فیاض ہوتے ہیں لیکن مخالفوں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں ان کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔ تاریخ میں بہت سی شخصیتیں ہوئی ہیں۔ جن کے بلند کردار کی تعریف کی جاتی ہے۔ لیکن مخالفوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں وہ اندھے اور جذبات سے مغلوب ہو گئے۔ اور انسانیت سے خارج ہوکر انتہائی ذلیل اور وحشیانہ مظالم کے مرتکب ہوئے۔ اس لئے بزرگوں کا قول ہے۔ کہ کسی شخص کے اخلاق کے متعلق اس وقت تک کوئی رائے قائم نہ کرو جب تک اسے غصّہ کی حالت میں نہ دیکھ لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے تو آپ کامل اور مثالی انسان نظر آتے ہیں۔ اعلان نبوت کے بعد وفات تک آپ کو ہمیشہ دشمنوں سے سابقہ پڑا جنہوں نے آپ کو ہر قسم کی ایذا پہنچانے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی اور آپ ان پر غالب بھی آگئے۔ لیکن ان کے ساتھ

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

موجودہ مشکلات کا واحد اور قطعی حل

قرآن حکیم و سُنّتِ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی روشنی میں

(از جناب مولانا محمد شعیب صاحب میاں علی ضلع شیخوپورہ)

الحمد للّٰہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

امابعد۔ آج اقتصادیات کا ادنٰی طالب علم بھی جانتا ہے کہ دُنیا کس بدحالی [illegible] میں مبتلا ہے۔ ہر ملک کے [illegible] اور ذمہ دار سر جوڑ کر تدابیر سوچ رہے ہیں۔ کہیں زیادہ اُگاؤ کی مہم جاری ہے کہیں کفایت شعاری کے سبق دیئے جا رہے ہیں۔ کہیں سودی کاروبار کے ادارے کُھل رہے ہیں۔ غرضیکہ ہر کوئی اپنے ناخن تدبیر سے اس عقدہ کو کھولنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مگر معاملہ کچھ ایسا ہے۔ کہ بجائے سلجھنے کے روز بروز الجھتا جا رہا ہے۔ اور ہر روز مشکلات بڑھ رہی ہیں۔ اور حالات کی رفتار ایسی ہی رہی تو نہیں کہا جا سکتا کہ آنے والی دُنیا (یعنی ہماری نئی نسل) کن مشکلات کا شکار ہوگی۔ خصوصاً مسلم قوم تمام اقوام سے کئی گنا زیادہ ان مصائب میں گرفتار ہے۔ آہ دُنیا کو عزّت کا سبق دینے آئے تھے۔ آج خود ہی ذلّت اور زبوں حالی میں مبتلا ہیں۔ عزّت اور شوکت جن کی خادم تھی۔ سلطنت اور خلافت جن کے قدم چومتی تھی۔ آج وہی کس مپرسی اور بدحالی کے گڑھے میں گر چکے ہیں۔ آیئے آج اس کا علاج قرآن کریم اور سنت نبی عظیم صلی اللہ علیہ وسلّم میں تلاش کریں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن حکیم پیغام الٰہی ہے۔ تو اس میں جو علاج بتلایا گیا ہے۔ وہ بھی فرمانِ الٰہی ہے اور یقیناً اس پر عمل پیرا ہونے سے نتائج حسنہ برآمد ہونگے۔ سُنئے حق تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ○

ترجمہ۔ اور اگر وہ قائم رکھتے توراۃ اور انجیل کو اور اس کو جو کہ نازل ہُوا ہے اُن پر اُن کے رب کی طرف سے تو کھاتے اُوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کچھ لوگ اُن میں سیدھی راہ پر اور بہت سے اُن میں بُرے کام کر رہے ہیں + یہ سورہ مائدہ رکوع ۹ کی آخری آیت ہے۔ اس کی تفسیر فرماتے ہُوئے حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یعنی تمام ارضی اور سماوی برکات سے اُن کو متمتع کیا جاتا۔ اور ذلتِ بدحالی اور ضیق عیش کی جو سزا اُن کے عصیان اور تمرد پر دیگئی وہ اُٹھالی جاتی۔ اور شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے حاشیہ موضح القرآن پر فرماتے ہیں۔ کھاویں اُوپر سے اور نیچے سے یعنی رزق اُن کو فراخ آئے۔ ایک اور آیت یوں ہے۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ

ترجمہ۔ اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے وہ کردے اُس کا گزارہ اور روزی دے اس کو جہاں سے اس کو خیال بھی نہ ہو اور جو کوئی بھروسہ رکھے اللہ پر وہ اُس کو کافی ہے۔

اس کے حاشیہ پر شیخ مرحوم فرماتے ہیں۔ اللہ کا ڈر دارین کے خزانوں کی کنجی ہے۔ اور تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہے۔ اسی سے مشکلیں آسان ہوتی ہیں۔ بے قیاس گمان روزی ملتی ہے۔ گناہ معاف ہوتے ہیں۔ جنّت ہاتھ آتی ہے۔ اجر بڑھتا ہے اور ایک عجیب قلبی سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ جس کے بعد کوئی سختی سختی نہیں رہتی۔ اور تمام پریشانیاں اندر ہی اندر کافور ہو جاتی ہیں۔ ایک حدیث میں آپ نے فرمایا کہ اگر دُنیا کے تمام لوگ اس کو پکڑلیں تو اُن کو کافی ہو جاوے۔ دونوں آیتوں کے معنی اور مطلب سے صاف واضح ہُوا کہ موجودہ مشکلات کا حل اقامتِ دین ہے۔ تقوٰی ہے۔ اتباع سنت ہے۔ بے شک ان امور پر عمل پیرا ہوتے ہوئے کسی اور جائز ذریعہ کو بھی ان امور کا بنالیں۔ تو کوئی قباحت نہیں مگر اصل ان امور پر یقین کریں اور انہی پر عمل سختی سے کریں۔ اب یہ بھی سنئے کہ یہ مشکلات پیدا کیوں ہوئیں۔ ارشاد ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِىْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۔

ترجمہ۔ پھیل پڑی ہے خرابی جنگل اور دریا میں لوگوں کے ہاتھ کی کمائی سے۔ تاکہ ان کو چکھائے مزہ اُن کے کام کا تاکہ وہ پھر آئیں + اس پر علامہ مرحوم فرماتے ہیں یعنی لوگ دینِ فطرت پر قائم نہ رہے۔ کفر و ظلم دُنیا میں پھیل پڑا اور اُس کی خرابی ملکوں اور جزیروں میں پھیل گئی۔ نہ خشکی میں سکون رہا۔ نہ تری میں۔ روئے زمین کو فتنہ و فساد نے گھیر لیا۔ بحری لڑائیوں اور جہازوں کی لوٹ مار سے سمندروں پر بھی طوفان بپا ہوگیا۔ یہ سب اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے چاہا کہ بندوں کی بداعمالیوں کا تھوڑا مزہ دُنیا میں بھی چکھا دیا جائے۔ پوری سزا تو آخرت میں ملے گی۔ مگر کچھ نمونہ یہاں بھی دکھلا دیں۔ ممکن ہے۔ بعض لوگ ڈر کر راہ راست پر آجائیں۔ اسی طرح کی ایک اور آیت بھی سُنئے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ

ترجمہ۔ اور جو پڑے تم پر کوئی سختی سو وہ بدلا ہے اُس کا جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے اور معاف کرتا ہے بہت سے گناہ۔ اس کی تفسیر کرتے ہوئے ممدوح مرحوم یوں رقمطراز ہیں۔ مصائب کا نزول بھی خاص اسباب و ضوابط کے ماتحت ہوتا ہے۔ مثلاً بندوں کو کوئی سختی اور مصیبت پیش آئے اور اُس کا سبب قریب یا بعید بندوں کے ہی بعض اعمال و افعال ہوتے ہیں۔ ٹھیک اُسی طرح جیسے ایک آدمی غذا وغیرہ میں احتیاط نہ کرنے سے خود بیمار پڑ جاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات ہلاک ہو جاتا ہے۔ یا بعض اوقات والدہ کی بد پرہیزی بچے کو مبتلائے مصیبت کر دیتی ہے۔ یا کبھی کبھی ایک محلہ والے یا شہر والے کی بے تدبیری اور حماقت سے پورے محلہ اور شہر کو نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔ یہی حال روحانی اور باطنی بد پرہیزی اور بے تدبیری کا سمجھ لو۔ گویا دُنیا کی ہر مصیبت بندوں کے بعض اعمال ماضیہ کا نتیجہ ہے۔ اور مستقبل میں اُن کے

لئے تنبیہ اور امتحان کا موقع بہم پہنچاتی ہے اور یہ اس پر ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت بندوں کے بہت گناہوں سے درگزر کرتی ہے۔ اگر ہر جرم پر گرفت ہوتی تو زمین پر کوئی متنفس بھی باقی نہ رہتا انتہیٰ مطلب صاف ہے کہ کفر اور نافرمانی مشکلات کو پیدا کرتی ہے۔ تقوےٰ اور خدا شناسی ہی ان کے لئے اکسیر ہے۔ اب ایک دو حدیثیں بھی سُن لیجئے۔

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سِتَّۃٌ لَعَنْتُھُمْ وَ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ وَکُلُّ نَبِیٍّ یُجَابُ اَلزَّائِدُ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ وَالْمُکَذِّبُ بِقَدْرِ اللّٰہِ وَالْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبَرُوْتِ لِیُعِزَّ مَنْ اَذَلَّہُ وَیُذِلَّ مَنْ اَعَزَّہُ اللّٰہُ وَالْمُسْتَحِلُّ لِحُرَمِ اللّٰہِ وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِیْ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَالتَّارِکُ لِسُنَّتِیْ (رواہ البیہقی فی المدخل) (مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر)

ترجمہ - حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے۔ کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ چھ آدمیوں پر میری بھی لعنت ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی بھی۔ اور ہر نبی کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا (۲) تقدیر الٰہی کو جھٹلانے والا۔ (۳) زبردستی سے غالب ہونے والا۔ کہ ذلیلوں کو عزت دے اور عزت والوں کو ذلیل کرے (۴) اور محرمات الٰہی کو حلال جاننے والا (۵) میری اولاد ہو کر محرمات کو حلال جاننے والا (۶) میری سُنّت کا تارک۔

برادران اسلام غور فرمائیے کہ آج ان معاصی کے ہم میں سے اکثر افراد شکار ہیں یا نہ؟ تو پھر مشکلات کیوں ہمیں نہ گھیریں۔ اگر پریس ایکٹ کی تلوار سر پر مسلّط نہ ہوتی تو حدیث پاک کی کچھ تفصیل عرض کی جاتی۔ اب صرف ایک حدیث اور سُن لیجئے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا ظَھَرَ الْغُلُوْلُ فِیْ قَوْمٍ اِلَّا فِیْ قَوْمٍ اِلَّا اَلْقَی اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ وَلَا فَشَا الزِّنَا فِیْ قَوْمٍ اِلَّا کَثُرَ فِیْھِمُ الْمَوْتُ وَلَا نَقَصَ قَوْمٌ الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِلَّا قُطِعَ عَنْھُمُ الرِّزْقُ وَلَا حَکَمَ قَوْمٌ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّا فَشَا فِیْھِمُ الدَّمُ وَلَا خَتَرَ قَوْمٌ بِالْعَھْدِ اِلَّا سُلِّطَ عَلَیْھِمُ الْعَدُوُّ (رواہ مالک)

ترجمہ - حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ جس قوم میں خیانت آجائے۔ اُن کے دلوں میں اللہ تعالےٰ (دشمن کا) رعب ڈال دیتا ہے۔ اور جس قوم میں زنا پھیل جائے۔ اس میں موت (طاعون وغیرہ) بہت ہوتی ہے۔ اور جس قوم نے تولنے ماپنے میں کمی کی اُن پر قحط سالی آتی ہے۔ اور جس قوم نے ناحق فیصلے کئے اُن میں قتل عام ہوتا ہے۔ اور جو قوم غدّاری کرے اُس پر دشمن مسلّط ہوتا ہے۔

آخری عرض! اے مسلمان اپنے بھولے ہُوئے ان اسباق کو یاد کر اور ان پر عمل پیرا ہو۔ تاکہ تیرے جملہ مصائب کا حق تعالےٰ خاتمہ کریں۔ فقط وصلّی اللہ علیٰ سیّدنا محمد وسلم۔

(بقیہ فضائلِ قرآنی حضورؐ کی زبانی صفحہ ۸ سے آگے)

دراصل کلام اللہ شریف اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کے ساتھ بے توجہی پر جو سزا دی جائے مناسب ہے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ روزہ اور قرآن شریف دونوں بندے کے لئے شفاعت کرتے ہیں۔ روزہ عرض کرتا ہے کہ یا اللہ مَیں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے روکے رکھا۔ میری شفاعت قبول کیجئے۔ اور قرآن شریف کہتا ہے کہ یا اللہ مَیں نے رات کو اسے سونے سے روکے رکھا میری شفاعت قبول کیجئے۔ پس دونوں کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے کلام اللہ شریف پڑھا اس نے علوم نبوّت کو اپنی پسلیوں کے درمیان میں لے لیا۔ بڑے ہی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو کلام اللہ کی تلاوت سے علوم نبوت سے نوازے جائیں۔ خدا سب مسلمانوں کو اس دولتِ بے بہا سے سرفراز فرمائے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کو قیامت کا خوف دامنگیر نہ ہوگا۔ نہ اُن کو حساب کتاب دینا پڑے گا۔ اتنے مخلوق حساب کتاب سے فارغ ہو وہ مشک کے ٹیلوں پر تفریح کرینگے۔ ایک وہ شخص جس نے اللہ کے واسطے قرآن شریف پڑھا اور امامت کی اس طرح کہ مقتدی اس سے راضی رہے دوسرا وہ شخص جو لوگوں کو نماز کے لئے بُلاتا ہو صرف اللہ کے واسطے۔ تیسرا وہ شخص جو اپنے مالک سے بھی اچھا معاملہ رکھے۔ اور اپنے ماتحتوں سے بھی۔ قیامت کی سختی اس کی وحشت اس کا خوف اس کی مصیبتیں اور تکالیف ایسی نہیں کہ مسلمان کا دل ان سے خالی ہو یا بے خبر ہو۔ اس دن میں کسی بات کی وجہ سے بیفکری نصیب ہو جائے تو یہ بھی لاکھوں کروڑوں نعمتوں سے بڑھ کر ایک نعمت ہے۔ خوشا نصیب اس شخص کے جس کو یہ میسّر ہو اور بربادی ہے ان بے حسوں کے لئے جو اس کو لغو اور بیکار سمجھتے ہیں۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسا کہ میری فضیلت تم میں سے ادنےٰ شخص پر۔

حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص دس آیتوں کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات غافلین سے شمار نہیں ہوگا۔ دس آیات کی تلاوت میں چند منٹ صرف ہوتے ہیں اور وہ تمام رات کی غفلت سے نکل جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی۔ اور جو شخص سَو آیات کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اُس رات قانتین سے لکھا جائے گا۔ حسن بصریؒ نے حضورؐ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص سَو آیات رات کو پڑھے کلام اللہ شریف کے مطالبے سے بچ جائے گا۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضورؐ کو اطلاع دی کہ بہت سے فتنے ظاہر ہونگے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ اُن سے خلاصی کی کیا صورت ہے؟ انہوں نے کہا کہ قرآن شریف۔ معلوم ہُوا کہ کتاب اللہ پر عمل بھی فتنوں سے بچنے کا کفیل ہے اور اس کی تلاوت کی برکت بھی فتنوں سے خلاصی کا سبب ہے۔ خدا ہم سب کو اس کی تلاوت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

مولودِ مسعود

حضرت شیخ التفسیر کے جملہ متعلقین یہ سُن کر خوش ہونگے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے منجھلے صاحبزادے مولوی عبید اللہ صاحب انور کے ہاں فرزند عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالےٰ نومولود کو عمر دراز اور دینی و دنیوی سعادت عطا فرمائے۔ آمین۔

ضرورت

مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن صدر جامعہ مسجد قادریہ ڈونگہ بونگہ ضلع بہاول نگر کے لئے ایک مدرس کی ضرورت ہے۔ جو کہ عربی کی ابتدائی پانچویں جماعت تک کی کتابیں پڑھا سکے تنخواہ معقول

بچوں کا صفحہ

صوفی محمد شفیع عمر الدین کدفتر دار میر پور خاص

اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے کے عادی ہو

۱- پیارے بچو! خواہ تم غریب گھر کے ہو یا امیر گھر کے - اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے کی عادت ڈالو۔ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے میں کوئی عیب نہیں - اپنے کپڑے خود دھو لو۔ یہ بات اس سے بہتر ہے کہ تم دھلائی کے لئے دوسروں کے محتاج رہو۔ اور جب تک کوئی کپڑے دھو کر نہ دے - تم میلے اور گندے کپڑوں میں رہنا تو گوارا کرو - مگر اپنے ہاتھ سے صاف نہ کرو - جب کپڑے میلے کرتے شرم نہیں آتی تو انہیں دھو کر صاف کرنے میں شرم کی کون سی بات ہے -

۲- بعض بچے جو بوٹ پہنتے ہیں وہ ان کو پالش کرانے کے لئے نوکر وغیرہ کے محتاج رہتے ہیں۔ اپنے ہاتھ سے پالش کر لینا کوئی عیب نہیں۔

ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی جوتیاں خود ٹانک لیتے تھے حالانکہ جاں نثار صحابہ کرامؓ ہر خدمت کے لئے میسر تھے -

۳ - پھٹے ہوئے کپڑے کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود سی لیا کرتے اور پیوند لگا لیا کرتے۔ اب اگر تمہارا کپڑا پھٹ جائے تو یہ روا نہیں کہ تم دو منٹ کے لئے سینا تو گوارا نہ کرو اور پھٹا ہوا کپڑا ہی پہنے رہو۔

۴ - حضرت امام غزالیؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کے ذکر میں فرماتے ہیں کہ "آپ سرکارؐ گھر میں گھر والوں کے ساتھ مل کر کام بھی کرتے تھے"۔ تمہیں بھی اپنے والدین اور بھائی بہنوں کے کام کاج میں ہاتھ بٹانا چاہیئے۔ اور اتنا کاہل اور سست نہ بن جانا چاہیئے۔ کہ شدت کی پیاس لگ رہی ہو - مگر جب تک کوئی پانی نہ دے۔ پیا نہ جائے۔

۵ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق میں سے یہ بات بھی ہمیں پہنچی ہے کہ آپ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بکری کا دودھ خود دوہ لیتے تھے - یہ پاک مثال بھی اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے کی طرف رہنمائی کرتی ہے -

۶- اپنا بوجھ اٹھانے میں طبیعت میں انکساری آ جاتی ہے - جب مدرسے جاؤ تو کتابوں کا بستہ خود اٹھا کر لے جاؤ - یہ گوارا نہ کرو کہ ان کو اٹھانے کے لئے بھی نادم ہو - جب بازار سے کوئی چیز خرید کرو جو تم با مشقت

۷ - ایسے لوگ جو اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے کے عادی نہیں - ان کی وقعت اس دقت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے - جب گاڑی اسٹیشن پر روانگی کے لئے بالکل تیار کھڑی ہو اور آنجناب کو قلی کی تلاش ہو - کہ سامان گاڑی میں رکھ دے یا اتار دے اور قلی نہ مل رہا ہو

۸ - تم پکا عہد کر لو کہ میں اپنا کام اپنے ہاتھ سے کیا کروں گا۔ جب انشاء اللہ تم بڑے ہو کر دنیا کی تگ و دو میں قدم رکھو گے تو تم دیکھ لو گے کہ یہ بات کس قدر مفید اور کار آمد ثابت ہوتی ہے - اللہ تعالےٰ تمہارا حامی ہو -

تبصرہ

نغمات صداقت :- مؤلفہ ابو السیف صاحب عتیق -

تقطیع خورد - ضخامت ۱۲۸ صفحات : خوبصورت ٹائٹل -

کاغذ - کتابت اور طباعت عمدہ - قیمت ۸؍

پتہ :- مکتبہ صداقت چنیوٹ جھنگ -

اس جہان کی کوئی چیز شر محض نہیں - بری سے بری چیز میں بھی خیر کا کچھ نہ کچھ پہلو ضرور ہوتا ہے - شراب ام الخبائث ہے - لیکن اس کے متعلق اللہ تعالےٰ خود فرماتا ہے کہ اس میں بھی نفع ہے - اگرچہ نفع کے مقابلے میں اس کا نقصان زیادہ ہے - اسی اصول پر شاعری کو پرکھا جائے تو اس میں کچھ فائدے بھی ہیں اور نقصان بھی - اللہ تعالےٰ نے شعراء کی جہاں مذمت فرمائی ہے - وہاں ایمان اور عمل صالح کی دولت سے بہرہ ور ہونے والے شعراء کو اس مذمت سے مستثنیٰ فرما دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شعر کی مذمت فرمائی ہے - مگر دربار رسالت کے شاعر حضرت حسان بن ثابتؓ سے خود اشعار سنتے بھی تھے - اللہ تعالےٰ اور حضورؐ کے فیصلہ کے مطابق ہمارے نزدیک بھی ان شعراء کے کلام کی کوئی قدر و قیمت نہیں - جو ایمان اور عمل صالح کی دولت سے محروم ہیں مؤلف کے انتخاب میں اگرچہ بعض بے عمل شعراء کا کلام بھی شامل ہے مگر اس کمی کو انہوں نے [illegible] عقائدات کے [illegible] اولیاء کرام کے کلام سے پورا کرنے کی کوشش کی ہے - عقائدات میں توحید باری - رسالت محمدیہ - ختم نبوت - خلافت راشدہ اور پیغام جہاد شامل ہیں -

آغاز حشر کے اشعار میں ایک فحش غلطی سے ثابت ہوتا ہے کہ مؤلف کو اشعار سے کوئی لگاؤ نہیں - ایک مصرعہ ایک شعر کا اور دوسرا دوسرے کا ملا کر شعر بنا دیا گیا - شعر ملاحظہ ہو ع

تیرے در کو چھوڑ کر ہم بے نوا جائیں کہاں
اے تری رحمت کے صدقے تھام لے بڑھ کر ہمیں

دو شعر یہ ہیں -۱- تیرے در کو چھوڑ کر ہم بینوا جائیں کہاں
یا بتا دے اور کوئی اپنے جیسا گھر ہمیں -
۲- ڈگمگاتے ہیں گرے جاتے ہیں ہم ناتواں -
اے تیری رحمت کے صدقے تھام لے بڑھ کر ہمیں

اسی شاعر کے پہلے شعر میں "صف کفر و در خیبر" کی جگہ "صف کوہ در خیبر" چھپ گیا ہے - خدا جانے یہ کاتب کی غلطی ہے یا مؤلف کی - ہمیں امید ہے - کہ آئندہ ایڈیشن میں ان غلطیوں کی تصحیح کر دی جائیگی ....

رجسٹرڈ ایل ۶۰۴۷
ایڈیٹر
عبدالمنان چوہان

منظور شدہ محکمہ تعلیم {
(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ - مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء
(۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C/T-B-/۲۷۳۰-۲۴۸۱ - مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

بدل اشتراک
سالانہ ۵ روپے
ششماہی ۳ روپے
فی پرچہ ۲ آنے

ہفتہ وار خبریں

ڈھاکہ ۳ر اپریل۔ مشرقی پاکستان۔ اسمبلی نے آج یہاں مکمل علاقائی خود مختاری کی قرارداد منظور کر لی۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ حکومت مشرقی پاکستان مرکزی حکومت سے مطالبہ کرے کہ دفاع خارجی امور اور کرنسی کے علاوہ دیگر تمام صوبائی اختیارات حکومت مشرقی پاکستان کو سونپ دیئے جائیں۔

کراچی ۴ر اپریل۔ مغربی پاکستان سیاسی بحران کو ختم کرنے کے سلسلے میں مذاکرات کے لئے مسلم لیگ اسمبلی پارٹی کے لیڈر سردار بہادر خاں۔ میاں ممتاز دولتانہ اور نیشنل پارٹی کے لیڈر مسٹر جی ایم سید کو کراچی طلب کیا گیا۔

کراچی ۵ر اپریل۔ مسئلہ کشمیر پر سلامتی کونسل کے خاص مندوب مسٹر یارنگ، مسئلہ کشمیر پر بھارت سے پھر بات چیت کے لئے آج تیسرے پہر کراچی سے نئی دہلی روانہ ہو گئے۔

ملتان ۵ر اپریل۔ مؤثق ذرائع سے پتہ چلا ہے۔ کہ ضلع ملتان کے حکام نے صوبائی حکومت سے درخواست کی ہے۔ کہ یا تو ملتان کے بازار حسن کو ختم کر دیا جائے یا اسے شہر کے اندرونی حصے سے مستقل طور پر کسی اور جگہ منتقل کر دیا جائے۔

لندن ۷ر اپریل۔ قاہرہ ریڈیو نے گزشتہ رات اعلان کیا کہ مصر نہر سویز کو بین الاقوامی تحویل میں دینے سے انکار کر چکا ہے اور اپنے اس انکار پر ابھی تک قائم ہے۔

پنجاب پریس لاہور میں ... عبداللہ انور پرنٹر پبلشر نے چھپوا کر دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع کیا